عمران سیریز
عمران سیریز
ڑا سپاٹ
اسد کلیم

عمران سیریز

ڈیتھ اسپاٹ

مصنف : اسد کلیم

ملنے کا پتہ
فیاض بک ڈپو امین پور بازار فیصل آباد

اس
کتاب کے واقعات، کردار
مقامات قطعی فرضی ہیں کسی قسم کی مطابقت
محض اتفاقیہ ہوگی، جس کیلئے پبلشر،
مصنف و پرنٹرز قطعی ذمہ دار نہ
ہوگا

قیمت -/٩ روپے

کتابت :- محمد رفیق قادری طلعت کتابت سنٹر
چنیوٹ بازار فیصل آباد

باتچیت

معزز قارئین

سلام مسنون :-

نیا ناول "ڈیتھ اسپاٹ" حاضر خدمت ہے۔

ایریشن ڈیتھ ریز آپ کو کیسا لگا، اس ضمن میں، میں مکمل اندھیرے میں ہوں، بس خفیف سی امید ضرور ہے کہ ناول کی تیز رفتاری نے ناول دلچسپ بنا دیا ہوگا۔ بہرحال! یہ تو وقت ہی بتائے گا۔

"ڈیتھ اسپاٹ" ایک بڑی طاقت کے خوفناک مشن پر مشتمل ہے۔ اس مشن کی تکمیل کے لیے ڈیتھ اسپاٹ کا خوفناک حربہ استعمال کیا گیا۔ لیکن مقابلہ عمران سے تھا، چنانچہ آخر میں اصل مجرم کا انجام آپ کو حیران کر دے گا۔

قارئین! آئندہ کے دو ناول "   " اور **موت کا دفینہ** ہونگے، انشاءاللہ اگلے ماہ یہ آپ کے ہاتھ میں ہوں گے۔ جھلکیاں آپ ناول کے آخر میں دیکھ ہی لیں گے۔

اب اجازت

خدا حافظ

آپ سب کا **اسد کلیم**

سیاہ تاریک رات نے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ آسمان پر ابر چھایا ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے چاند اپنا وجود ظاہر کرنے میں ناکام ہو رہا تھا۔ اس عالم میں، ایک سیاہ رنگ کی کار جب موڑ سے نمودار ہوئی۔ تو دیکھنے پر یہی محسوس ہوتا تھا جیسے تاریکی ہی کا کوئی حصہ بڑھ رہا ہو۔ کار بے آواز طریقے سے ایک کالونی میں داخل ہو گئی۔ یہاں سڑکوں پر سٹریٹ لیمپس کی مدھم روشنی نے کار کو قدرے نمایاں کیا۔ لیکن ارد گرد کوئی ذی روح موجود نہیں تھا۔ وسیع سڑک کے دائیں بائیں خوبصورت کوٹھیاں امارت ظاہر کر رہی تھیں۔ درختوں کے ایک جھنڈ میں پہنچ کر کار رک گئی، دروازہ کھلا اور دو آدمی باہر نکلے۔

"ہدایات اچھی طرح یاد ہیں نا؟" کار کے اندر سے پوچھا گیا۔

"جی ہاں، کام حسبِ توقع ہوگا۔"

دونوں نے بیک وقت جواب دیا۔

"اوکے، اب جاؤ، ہم یہیں تمہارا انتظار کریں گے۔" اندر سے آواز ابھری۔

جس کا واضح مطلب یہ تھا کہ کار میں مزید آدمی بھی موجود ہیں۔ دونوں آدمی تیزی سے ایک کوٹھی کے گیٹ کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ کوٹھی کے اندر روشنی اس بات کا ثبوت تھی کہ مکین ابھی جاگ رہے ہیں۔ ویسے بھی ابھی زیادہ وقت نہیں ہوا تھا۔ صرف سات ہی بجے تھے۔ گیٹ پر ملٹری انجینیئر خاور احمد کے نام کی پلیٹ لگی ہوئی تھی۔ گیٹ کے قریب پہنچ کر ایک آدمی نزدیکی لان کی باڑھ کے عقب میں ہو گیا۔

دوسرے نے گیٹ کے دائیں طرف موجود کال بیل کا بٹن دبا دیا۔

چند لمحوں بعد گیٹ کھل گیا۔ سامنے مسلح چوکیدار کھڑا تھا۔

"کس سے ملنا مانگتا؟" چوکیدار نے سخت لہجے میں پوچھا"

"اپنے صاحب کو اطلاع دو کہ جُوتی ملاقات کے لیے آیا ہے۔" اس آدمی نے باوقار لہجے میں کہا۔

"ٹھیک اے، تم ٹھیرو، ہم پوچھ کر آتا ابھی، ایں۔" پٹھان چوکیدار نے شاید نسوار زیادہ ڈال رکھی تھی۔ اسی لیے اس نے یہ نہ سوچا تھا۔ کہ گیٹ پر اس کی غیر موجودگی کسی حادثے کا پیش خیمہ بھی ثابت ہو سکتی ہے۔ بہر حال وہ کوٹھی کے اندر چلا گیا تھا، تھوڑی دیر بعد اس کی واپسی ہوئی۔

"صاحب بولٹا آجاؤ" چوکیدار نے کہا،

اور جونی نے سر ہلا کر قدم آگے بڑھا دیے۔

چوکیدار نے گیٹ بند کیا اور پھر جونی کو ساتھ لیکر ڈرائینگ روم میں آیا۔ اور اُسے بٹھا کر خود واپس چلا گیا۔

چند لمحوں بعد ایک باوقار، لمبا تڑنگا آدمی اندر داخل ہوا،

"ہیلو جونی" آنے والے کی آواز بھی باوقار تھی۔ لیکن قدرے بھاری

"آئیے خاور صاحب، میں نے تکلیف تو نہیں دی آپ کو" جونی نے خاور احمد سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ نہیں! کس طرح آنا ہوا؟" خاور احمد نے پوچھا

"اس دن میں نے آپ کو بتایا تھا کہ ہم لوگ آپ سے ایک خاص کام لینا چاہتے ہیں۔ آج میں تفصیل سے مقصد بیان کر کے یہ جاننا چاہوں گا، کہ آپ رضا مند ہیں یا نہیں، رضا مندی کی صورت میں آپ کو بہت سے فوائد حاصل ہوں گے"

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے، مقصد بیان کرو" خاور احمد نے جونی کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"میرے بڑے بھائی آئے ہوئے ہیں۔ اس لیے بات چیت ذرا مختصر ہو تو بہتر ہے"

"بالکل، جناب، بات دو ٹوک ہو گی" یہ کہہ کر جونی چند لمحے رُک کر دوبارہ

گویا ہوا۔

"موجودہ حکومت کے خلاف جو پارٹی سرگرم ہے، ہم چاہتے ہیں آپ بھی اس میں شامل ہو کر ہمارا ساتھ دیں۔ اور فوجی ملازمت چھوڑ کر ہمارے مفاد میں کام کریں، اس کے لیے آپ کو۔۔۔۔" "مسٹر جونی۔۔۔۔!" خاور احمد نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

"بے شک میں موجودہ حکومت کے قدرے خلاف ہوں، لیکن میں غدار وطن نہیں ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ حکومت کے خلاف پارٹی یہاں، ایک بڑی طاقت کے لیے سیاسی فوائد حاصل کرنے میں مصروف ہے اس کی سرگرمیاں نہ صرف یہ کہ غیر قانونی ہیں بلکہ ملک و قوم کے مفادات کے بھی خلاف ہیں، دو ٹوک لہجے میں، میں آپ کے ساتھ شریک ہونا ملک و قوم سے غداری کے مترادف سمجھتا ہوں۔ اس لیے میں انکار کرنے پر مجبور ہوں" خاور احمد جذباتی اور سخت لہجے میں کہتے چلے گئے۔

جونی کی تیوریوں پر بل پڑ گئے۔ "ملک و قوم کا اتنا ہی خیال ہے آپ کو، بہرحال یہ تحفہ ہماری طرف سے قبول کریں" جونی نے کہا اور جیب سے ایک چھوٹا سا گول فولادی ٹکڑا نکال کر خاور احمد کی طرف بڑھا دیا۔

"اس کا میں کیا کروں، جب میں نے آپ کو بتا دیا ہے کہ میں آپ کے ساتھ شامل نہیں ہونا چاہتا، پھر یہ تحفہ میں کیوں قبول کروں" خاور احمد کا لہجہ بدستور سخت تھا۔

"یہ ٹکڑا ہمارے اس عقیدے کی بنیاد ہے، جس سے ہم لوگوں کو اپنے ساتھ ملاتے ہیں۔ یوں سمجھ لیں یہ ٹکڑا، آپ جیسوں کی قوت ارادی کا امتحان لینے والا ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ جس کسی کے پاس یہ ٹکڑا رہے گا، وہ ضرور اپنے ذہن کو بدلنے پر مجبور ہو جائے گا۔" جونی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"گویا تم لوگ میری قوت ارادی کو پرکھنا چاہتے ہو۔ کہ میں اپنے فیصلے پر کس قدر مضبوطی سے قائم ہوں؟ خاور نے کہا، اور ٹکڑا اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

"آپ صحیح سمجھے ہیں، اب اجازت؟" جونی نے اٹھتے ہوئے کہا، اور پھر مصافحہ کر کے باہر نکل آیا۔

پٹھان چوکیدار نے دوبارہ گیٹ کھول دیا۔

جونی باہر نکل کر باڑھ کی طرف بڑھا۔ "آ جاؤ" اس نے قریب پہنچ کر سرگوشی کی، اور باڑھ کی اوٹ سے پہلا آدمی نکل آیا۔

"سب ٹھیک ہے" اس نے جونی کو بتایا اور جونی سر ہلا کر، اس کی ہمراہی میں اس طرف بڑھ گیا۔ جہاں کار کھڑی تھی۔ کار کے قریب پہنچتے ہی دروازہ کھلا اور دونوں آدمی اندر داخل ہو گئے۔ ان کے بیٹھتے ہی کار چل پڑی۔

"کیا رہا" تجسس بھری آواز ابھری، کار میں مکمل اندھیرا تھا،

"سب ٹھیک ہے، وہ راضی نہیں ہوا، ڈیتھ اسپاٹ اسے دے آیا ہوں" جونی نے بتایا۔

"ہوں، تو اس نے موت منظور کی ہے" پہلی آواز نے سرد لہجہ میں کہا۔

پھر کار انتہائی تیز رفتاری سے آگے بڑھتی چلی گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ کار ایک جگہ رکی، سامنے ایک عمارت کا دروازہ دکھائی دے رہا تھا۔ کار میں سے چھ افراد نکلے اور عمارت میں داخل ہوتے چلے گئے۔ پانچ آدمی راہداری میں بنے کمروں میں داخل ہو گئے۔ اور ایک جسیم آدمی سیدھا بڑھتا چلا گیا۔ بالآخر وہ ایک بڑے سے دروازے تک پہنچا، دروازے کے اوپر آپریشن روم کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔

چند لمحوں بعد دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ اور وہ آدمی اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک بہت بڑا ہال تھا۔ ہال کی دیواروں کے ساتھ ساتھ عجیب ساخت کی مشینیں لگی ہوئی تھیں۔ اور ان مشینوں پر چند آپریٹر کام کر رہے تھے۔ سامنے دیوار پر ایک بہت بڑی اسکرین موجود تھی۔ اس کے دائیں طرف چند بٹن دکھائی دے رہے تھے اس نے ہال کے اندر بنے ایک دروازے پر دستک دی، تھوڑی دیر میں، دروازہ بے آواز طریقے سے کھلتا چلا گیا۔ اور وہ تیزی سے اندر داخل ہو گیا۔ کمرے میں ایک بڑی میز کے اس طرف ایک نقاب پوش بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے دائیں طرف

ایک اور آدمی موجود تھا، لیکن اُس کے چہرے پر نقاب نام کی کوئی شئے نہیں تھی۔

"کہو" نقاب پوش کی کرخت آواز گونجی "خاور احمد رضامند نہیں ہُوا، ڈیتھ اسپاٹ اُسے دے دیا گیا ہے" آنے والے نے ادب سے جواب دیا۔

"ہوں، تو آؤ اس کی موت کا انتظام کریں" نقاب پوش نے اُٹھتے ہوئے سرد لہجے میں کہا، اور وہ تینوں ہال میں، اسکرین کے پاس آگئے۔ اسکرین کے سامنے نشستیں بنی ہوئی تھیں۔ وہ تینوں ان پر بیٹھ گئے۔

"سکس او تھری، ساؤتھ رینج سیٹ کرو" نقاب پوش نے ایک آپریٹر سے کہا۔ اور آپریٹر سر ہلا کر مشین پر لگے مختلف ڈائیلوں اور سوئیوں کی مدد سے رینج سیٹ کرنے لگا۔ رینج سیٹ ہونے پر اُس نے باس کو مطلع کیا۔ باس نے ساتھ بیٹھے آدمی سے کہا۔

"راجر! اسکرین آن کردو" اسکرین پر دائیں طرف چند بٹن موجود تھے۔ راجر نے ان میں سے ایک بٹن دبایا۔ بٹن دبتے ہی اسکرین پر لہریں سی نمودار ہوئیں۔ اور پھر لہریں غائب ہوگئیں۔

اسکرین پر خاور احمد اپنے کمرے میں، کسی سوچ میں گم بیٹھے تھے، اوران کے ہاتھ میں گول فولادی ٹکڑا موجود تھا۔

"کنٹرولر بکس لاؤ" نقاب پوش نے اسکرین پر نظریں رکھتے ہوئے کہا۔ چند لمحوں بعد ایک درمیانے سائز کا سیاہ بکس باس کو دے دیا گیا۔ باس نے بکس میں لگی تار کا شو سوئچ بورڈ میں لگایا اور پھر بکس کھول لیا۔ اندر ایک ہینڈل لگا ہوا تھا۔ اور چند بٹن بھی تھے۔ باس نے ایک بٹن دبایا اور لیور کو ایک طرف جھکا کر چھوڑ دیا۔ لیور دوبارہ اپنی جگہ پر آگیا، اُدھر اسکرین پر لیور دبتے ہی، خاور احمد کے ہاتھ میں پکڑے فولادی ٹکڑے میں سے بجلی کی طرح چند شعاعیں سی نکلیں اور خاور احمد کے جسم میں پیوست ہوگئیں۔

خاور احمد کے جسم کو ایک زور دار جھٹکا لگا۔ فولادی ٹکڑا ان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا، آنکھیں اندرونی تکلیف سے باہر کو اُبل آئیں، ان کے جسم میں پارے کی طرح حرکت ہوئی، اور پھر ان کا جسم ڈھیلا پڑتا چلا گیا۔ ہاتھ بیڈ سے نیچے لٹکنے لگے۔ ان کے منہ سے ایک آواز بھی نہیں نکلی تھی

چند لمحوں بعد ایک ملازم ہاتھ میں دودھ کا گلاس لیے کمرے میں داخل ہوتا دکھائی دیا۔

خاور احمد کی لاش دیکھتے ہی وہ تیزی سے مڑا اور پھر چیختا چلاتا باہر دوڑ گیا۔

چند لمحوں بعد ایک عورت، دو بچے اور ایک اُدھیڑ عمر آدمی تیزی سے کمرے میں داخل ہوئے۔ اور پھر ان کی چیخیں نکل گئیں۔ اُدھیڑ عمر آدمی،

کی نظر بیڈ کے نیچے فولادی ٹکڑے پر پڑی۔ اس نے آگے بڑھ کر اُسے اٹھایا اور حیرت سے دیکھتے ہوئے جیب میں رکھ لیا۔ باس نے تار الگ کرتے ہوئے بکس دوبارہ بند کر دیا۔ اور پھر راجر کو اشارہ کیا۔ راجر نے اُٹھ کر اسکرین آف کر دی، وہ تینوں دوبارہ پہلے والے کمرے میں آئے۔

"ہمارا آئندہ شکار پاکیشیا کا وزیر خارجہ ہو گا۔

"او کے" نقاب پوش نے کہا۔ اور راجر نے سر ہلا دیا

"باس! کیا ڈیتھ اسپاٹ صرف ایک ہی مرتبہ کام کرتا ہے"؟ تیسرے آدمی نے پوچھا۔

"ہاں! ایک دفعہ استعمال کے بعد اس کی مشینری شعاعوں کے اخراج کی وجہ سے جل جاتی ہے" باس نے جواب دیا۔

"کیا اس کا معائنہ کرنے پر اس کی اصلیت ظاہر نہ ہو جائے گی"؟ اس آدمی نے پوچھا۔

"نہیں، اوّل تو اس کی طرف کسی کا دھیان نہیں آئے۔ کہ موت سے اس کا بھی کوئی تعلق ہے۔ دوسرے یہ کہ میڈیکل رپورٹ اصل حقیقت سے بالکل برعکس ہو گی" نقاب پوش نے کہا۔ اور پھر انہیں مختلف ہدایات دینے لگا۔

عمران اپنے کمرے میں ایک رسالے کی ورق گردانی میں مصروف تھا۔ سلیمان باورچی خانے میں ساز اور آواز، پر عمل کرتے ہوئے چمچے کی تاپ پر گنگنانے میں مصروف تھا۔ عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے ہانک لگائی۔

"ابے! او تان سین، آج کھانا نہیں پکے گا کیا؟

"پکے گا، ضرور پکے گا، میں کھانا پکانے کے لیے ایک جدید و نایاب نسخہ جو خود میرا ایجاد کردہ ہے، استعمال کرنے میں مصروف ہوں" باورچی خانے سے سلیمان نے اپنے سُروں کو لمحہ بھر کے لیے رُوک کر جواب دیا اور دوبارہ "پکے" راگ الاپنے میں مصروف ہو گیا۔

عمران نے پھر منہ بنایا اور ہانک لگائی "کیا نسخہ ہے، ذرا بتاؤ تو سہی" یہ کہتے ہوئے عمران خود بھی باورچی خانے میں آگیا۔

"صاحب کیا آپ اندازہ نہیں لگا سکے"؟ سلیمان سر تال بھول کر عمران کی طرف متوجہ ہوا۔

"اندازہ تو خیر چھوڑو، تم کہہ رہے تھے کھانا پک رہا ہے، لیکن میں

دیکھ رہا ہوں، چولہے میں آگ ہی نہیں ہے۔" عمران نے دیدے گھماتے
ہوئے کہا۔

"صاحب یہ جو میں راگ گا رہا ہوں، اس کا نام ہے، "بھونزریا" اس کی
خاص حیثیت یہ ہے۔ کہ ترنم اور توجہ سے گایا جائے۔ تو سامنے موجود
چیز میں تپش آ جاتی ہے۔ چنانچہ میں بھی یہی راگ گا کر بغیر آگ کے
کھانا پکانے میں مصروف ہوں۔ سلیمان نے تفصیل سے بتایا۔

عمران ہونقوں کی طرح اُسے دیکھتے ہوئے بولا

"دیکھنا راگ ذرا دھیمے سُروں میں گانا۔ ایسا نہ ہو کہ جوش میں آ کر کھانا
ہی جل جائے۔" عمران یہ کہہ کر دوبارہ اسٹڈی کے کمرے میں آ کر رسالے
کی ورق گردانی کرنے لگا۔ اُدھر سلیمان "بھونزریا" کی تپش دیکھنے میں مصروف
ہو گیا تھا۔

عین اُسی لمحے فون کی گھنٹی بجی، اور عمران چونک اٹھا۔ اس نے رسالہ
ایک طرف رکھا اور پھر فون کی طرف بڑھ گیا۔ اُس نے رسیور اٹھا کر کانوں
سے لگایا۔

"ہیلو، میں عمران بول رہا ہوں"

"عمران، یہ میں ہوں، کرنل فاروق، پہچانے ..... !

دوسری طرف سے آواز آئی۔

عمران نے چند لمحے ذہن پر زور دیا۔ اور پھر اُسے یاد آگیا کہ کرنل

فاروق سابق فوجی آفیسر ہیں۔ اور سر رحمان سے ان کے تعلقات قریبی
نوعیت کے ہیں۔

"جی میں پہچانتا ہوں، فرمایئے کیسے زحمت کی؟"
عمران نے پوچھا۔

بیٹے! میں تمہیں آج شام اپنے ہاں مدعو کرنا چاہتا ہوں۔ کیا میری
دعوت قبول کرو گے۔ کرنل فاروق نے پُرشفقت اور قدرے التجائیہ
لہجے میں کہا۔

عمران ان کے لہجے سے متاثر ہو کر بولا۔

"جی اچھا! آپ وقت بتا دیجئے میں پہنچ جاؤں گا" کرنل فاروق
نے بتایا دیا۔

"میں شدت سے تمہارا انتظار کروں گا" "یہ بتائیے کہ ڈیڈی بھی آ رہے ہیں
عمران نے پوچھا" اوہ نہیں" انہوں نے جواب دیا۔

دوسری طرف سے کرنل فاروق کی آواز آئی۔ اور عمران نے شکریہ
کہہ کر رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

باورچی خانے سے مسلسل موسیقی کی آوازیں بدستور سنائی دے رہی تھیں۔

"یہ پکنے کا نہیں" عمران نے ہانک اچھالی اور اپنا سوٹ منتخب
کرنے لگا۔ بڑی فکر کا خوبصورت سوٹ اس نے نکالا اور پھر تیاری کرنے لگا۔

ٹھیک چار بجے وہ اپنی کار میں کرنل فاروق کی طرف روانہ ہو چکا

تھا۔ اُس نے پانچ بجے وہاں پہنچنا تھا۔ لیکن وہ جان بوجھ کر جلد نکل کھڑا ہُوا تھا۔ یہ زائد وقت اُس نے آوارہ گردی میں صرف کیا۔ اور ٹھیک پانچ بجے وہ کرنل فاروق کی کوٹھی پہنچ گیا۔ پارکنگ میں کئی کاریں قطار در قطار کھڑی تھیں۔

عمران سمجھ گیا، پارٹی وسیع نوعیت کی ہے، گیٹ کے اندر کرنل فاروق بذاتِ خود موجود تھے

عمران کو دیکھ کر انہوں نے گرم جوشی سے ہاتھ ملایا، اور اُسے خود نشست تک چھوڑنے آئے۔

„عمران بیٹے! مجھے کچھ دیر کے لیے اجازت دو۔ میں ذرا مہمانوں کو ریسیو کر لوں"۔ انہوں نے کہا۔ اور مسکراتے ہوئے واپس چلے گئے۔

عمران نے اردگرد دیکھا، ہرے بھرے خوبصورت لان میں میزیں کرسیاں وغیرہ نہایت نفاست کے ساتھ لگائی گئی تھیں۔ چند میزیں ابھی خالی تھیں۔ مہمان بدستور آ رہے تھے۔

آخر کار جب مہمانوں کی آمد مکمل ہوئی تو پارٹی شروع کر دی گئی،

باوردی بیرے حرکت میں آ گئے۔ مہمان خوش گپیوں میں مصروف

تھے۔ عمران کی میز ایک کونے میں تھی۔ اور اس وقت وہ اکیلا ہی مشروب پی رہا تھا۔

اچانک کرنل فاروق اس کے پاس آئے۔

„عمران! بور تو نہیں ہو رہے؟" انہوں نے اس کے مدمقابل بیٹھتے ہوئے کہا۔

„ہرگز نہیں! ویسے میں اب تک سمجھ نہیں سکا۔ پارٹی کس مقصد کے تحت دی گئی ہے" عمران گہری نظروں سے کرنل فاروق کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

„تو تم سمجھ گئے کہ میں کسی خاص مقصد کے لیے تم سے رجوع کرنا چاہتا ہوں" کرنل فاروق نے تعریفی انداز میں کہا۔ „مجھے اندازہ تھا، بہر حال میں اپنی عزت افزائی خیال کرتا ہوں۔ کہ ایک مجھ سے ملنے کے لیے آپ نے پارٹی کا انتظام کیا"

عمران نے کہا۔

کرنل فاروق نے چند لمحے سوچا اور پھر بولے „میرا خیال ہے موضوع کی اہمیت کے پیش نظر، پارٹی کے اختتام تک گفتگو ملتوی کر دیں۔ تمہارے پاس وقت ہے"؟

„جی ہاں، وقت بجائے آگے جانے کے، ہمیشہ میرے پیچھے رہتا ہے"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اور کرنل فاروق ہنستے ہوئے دوسری

کی طرف بڑھ گئے۔ پارٹی کے اختتام پر کرنل فاروق عمران کے ہمراہ ڈرائینگ روم میں آ بیٹھے۔

"جی فرمائیے"

عمران نے متوجہ ہوتے ہوئے کہا۔

"تمہیں معلوم ہے ایک ہفتہ پہلے، میرا چھوٹا بھائی، خاور احمد پُراسرار طریقے سے ہلاک ہو گیا تھا" کرنل فاروق نے موضوع شروع کیا۔

"جی ہاں! اخباروں میں بھی ان کے انتقال کی خبر آئی تھی۔ غالباً وجہ انتڑیوں میں خون کی نامناسب موجودگی تھی" عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"بالکل میڈیکل رپورٹ یہی کہتی ہے۔ لیکن میرا دل اس رپورٹ کو نہیں مانتا" کرنل فاروق نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب! عمران نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔" کیا آپ کو ان کی موت طبعی ہونے میں کچھ شک ہے"؟

"ہاں، عمران بیٹے! تم بالکل صحیح لائن پر سوچ رہے ہو"

"آپ کو کس چیز نے اس طرف مائل کیا ہے کہ خاور احمد صاحب کی موت غیر طبعی تھی"؟ عمران نے پوچھا۔

"ٹھہرو! میں ابھی آتا ہوں" کرنل فاروق نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا اور ساتھ والے کمرے میں چلے گئے۔ چند لمحوں بعد دوبارہ نمودار

ہوئے، تو ان کے ہاتھ میں، کوئی چیز پکڑی ہوئی تھی، انہوں نے وہ چیز عمران کو پکڑا دی۔ یہ وہی گول فولادی ٹکڑا تھا جس کے ذریعے خاور احمد کو ہلاک کیا گیا تھا۔

عمران نے بغور ٹکڑے کا جائزہ لیکر سوالیہ انداز میں کرنل فاروق کی طرف دیکھا۔

"بیٹے! یہ ٹکڑا مجھے خاور کی لاش کے پاس پڑا ملا تھا۔ اسی کی وجہ سے مجھے خاور کی فطری موت میں شبہ ہے" کرنل فاروق نے بتایا۔

عمران نے ایک مرتبہ پھر ٹکڑے کا جائزہ لیا۔ دھات کی نوعیت عجیب سی تھی۔ نہ تو فولاد معلوم دیتا تھا۔ اور نہ کوئی اور عام دھات ٹکڑا کوئی دو انچ لمبا اور ایک انچ موٹائی کی جسامت کا تھا۔ ٹکڑے کے درمیان دونوں طرف کشید کیے ہوئے دو سوراخ تھے۔ لیکن یہ دوسری طرف آر پار نہیں تھے۔ فولادی ٹکڑے کے کناروں سے پتہ چلتا تھا، کہ انہیں ریوالور سے چھوڑا گیا ہے۔ عمران نے اس بات کو خاص طور پر نوٹ کیا۔ اور پھر کرنل فاروق کی طرف متوجہ ہوا۔

"آپ کا خیال یہ ہے کہ اس ٹکڑے کا تعلق کسی نہ کسی طرح خاور صاحب کے انتقال سے ضرور ہے"؟

"ہاں، ہاں" کرنل فاروق نے تیزی سے جواب دیا۔

"کیا یہ اس سلسلے میں کارآمد ثابت ہو سکتا ہے" انہوں نے

بے تابی سے عمران کی طرف دیکھا۔

"جہاں تک میرا اندازہ ہے، اس سے کچھ زیادہ فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو ٹکڑے پر اصل آدمی کے فنگر پرنٹس گم ہو چکے ہیں، کیونکہ اس پر آپ کے فنگر پرنٹ بھی موجود ہوں گے۔ اس لیے دونوں فنگر پرنٹس کے مدغم ہو جانے کی وجہ سے یہ زیادہ کارآمد ثابت نہیں ہو سکتا۔ دوسرے یہ کہ ایک اور خیال میرے ذہن میں سما رہا ہے۔ وہ ابھی مکمل نہیں ہوا ہے۔ جیسے ہی اس کی کوئی شکل بنی۔ آپ کو بتاؤں گا۔ اب اگر یہ فرض کر لیا جائے۔ کہ انہیں قتل کیا گیا ہے۔ تو اس میں ذاتی عوامل بھی شامل ہیں یا نہیں، یہ ایک اہم نقطہ ہے، میں اسی نقطے کو بنیاد بنا کر سوچوں گا۔ اب اجازت دیجیے۔" عمران تفصیل سے بتانے کے بعد چپ ہو گیا۔ فولادی ٹکڑا اس نے جیب میں ڈال لیا۔ اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

اور ہاں! خاور احمد غالباً ملٹری انجینئر تھے۔" عمران نے کرنل فاروق سے مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں! وہ کئی اہم شعبوں کا انچارج تھا۔" کرنل فاروق نے بتایا اور عمران ان سے اجازت لے کر نکل آیا۔ کسی اہم خیال کے تحت اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

چند لمحوں بعد اس کی کار ایک طرف دوڑی چلی جا رہی تھی تھوڑی

دیر میں وہ ایک جگہ گاڑی روک رہا تھا، سامنے ایک کوٹھی نما عمارت دکھائی دے رہی تھی۔ داخلی دروازے پر ریسرچ سنٹر آف سائنس کے الفاظ کندہ تھے۔ عمران اندر داخل ہو گیا۔

کمرے میں چند افراد کام کر رہے تھے۔ عمران ان میں سے ایک کے پاس پہنچ گیا۔

"پروفیسر راشدی موجود ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"جی ہاں، ادھر تشریف لے جائیں۔" اس آدمی نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

عمران شکریہ ادا کر کے اس طرف بڑھ گیا۔ موڑ مڑتے ہی ایک دروازے پر پروفیسر راشدی کا نام لکھا دکھائی دے گیا۔ عمران نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا، کمرے میں ایک ادھیڑ عمر کا آدمی کسی فائل کے مطالعے میں گم تھا۔ آواز سن کر وہ چونکا اور پھر عمران کو دیکھتے ہی ری سے فائل بند کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اوہ! آؤ آؤ عمران خیریت؟" اس نے تپاک سے مصافحہ کرتے ہوئے

دونوں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ تو عمران بولا۔ "پروفیسر صاحب! میں خصوصی نوعیت کے کام کے لیے حاضر ہوا ہوں۔" یہ کہہ اس نے ب سے گول فولادی ٹکڑا نکال کر پروفیسر کی طرف بڑھا دیا۔ "میں چاہتا

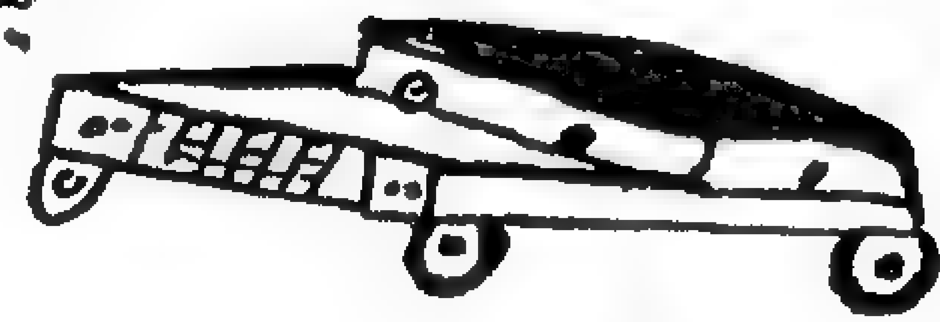
ہوں کہ آپ اس کا جائزہ لے کر مجھے بتائیں ، یہ کس دھات کا بنا ہوا ہے ۔ دوسرا یہ کہ آپ اس کو اندر سے کھول کر بھی دیکھیں ، میرے خیال کے مطابق یہ اندر سے کھوکھلا ہے ۔ مکمل رپورٹ سے جس دن نوازیں گے وہ دن مجھے بتا دیں ۔ میں حاضر ہو جاؤں گا ۔" عمران کہتا چلا گیا ۔

پروفیسر راشدی نے بغور فولادی ٹکڑے کا جائزہ لیا اور پھر کہا ۔

" کل پچھلے پہر تک تمہارا کام ہو جائے گا ۔"

" اوکے ! اب اجازت " ! عمران اٹھ کھڑا ہوا اور پھر رخصت ہو کر باہر نکل آیا ۔

چند لمحوں بعد اسکی کار دانش منزل کی طرف دوڑی چلی جا رہی تھی



جوزف ایک بار میں بیٹھا شراب سے شغل کر رہا تھا ، پاکیشیا میں شراب فروشی پر پابندی تھی ، لیکن چند ایک ہوٹل اور ریستوران اس کے لیے باقاعدہ لائسنس رکھتے تھے ۔ ایسے ہی ایک ریسٹورنٹ میں اس وقت جوزف موجود تھا ۔ اس کے سامنے بوتل موجود تھی بوتل کا پتا ہی نہیں چلا کہ کس وقت خالی ہو گئی ۔ جوزف نے بیرے کو بلا کر بل ادا کیا اور پھر بار سے نکل آیا ۔ اسی لمحے کسی نے اُسے

پکارا ۔ جوزف چونک کر اس طرف متوجہ ہوا ، ایک سیاہ فام تیزی سے اُس کی طرف بڑھا چلا آ رہا تھا ۔

" اوہ ! زومبو تم ؟ " جوزف نے حیرت سے کہا ۔

" ہاں ! میں " آنے والے نے گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا ۔

" یار مگونڈا ! تم تو کافی ہینڈسم لگتے ہو " دونوں افریقی زبان میں گفتگو کر رہے تھے ۔ اس کی بات سن کر جوزف مسکرایا ۔ " میرا خیال ہے میں تمہیں اپنی قیام گاہ تک لے چلتا ہوں ۔ وہیں تفصیلی گفتگو کریں گے " زومبو نے اسے ٹیکسی کی طرف کھینچتے ہوئے کہا ۔

جوزف اس کے ساتھ بڑھتا چلا گیا ۔ چند لمحوں بعد وہ ٹیکسی میں بیٹھے ایک طرف اڑے چلے جا رہے تھے ۔

" لگتا ہے ! یہاں کسی خاص مقصد کے تحت آئے ہو " ؟ جوزف نے بغور زومبو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔

زومبو اس کی بات سن کر مسکرایا اور بولا ۔

" ہاں ! تم ٹھیک سمجھے ہو ۔ لیکن باقی باتیں پھر دیکھی جائیں گی "

میں بھی آج کل بالکل فارغ ہوں ۔ میرے تو جسم نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے " ۔ جوزف بولا ۔

" میرا خیال ہے تمہارے ساتھ ایک کام کے سلسلے میں تفصیلی

گفتگو کی جا سکتی ہے ۔" زومبو نے اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"کام! کیسا کام ؟" جوزف اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"اس وقت نہیں، گھر پہنچ کر ۔" زومبو نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے اس کی بات کاٹی اور جوزف سر ہلا کر خاموش ہو گیا۔

ٹیکسی، گرین ٹاؤن میں داخل ہوئی اور ایک کوٹھی کے سامنے رُک گئی، زومبو نے ٹیکسی کو فارغ کیا اور جوزف کو ساتھ لیکر گیٹ کی طرف بڑھا۔ گیٹ کھول کر وہ اندر داخل ہوئے۔ زومبو جوزف کو لے کر ڈرائینگ روم میں آگیا۔

"تم بیٹھو میں ابھی کافی بنا کر لاتا ہوں

ادہ! یہ تو میں بھول ہی گیا کہ تم شراب سے شغل کرتے ہو۔ ابھی آیا۔ زومبو نے ایک دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

جوزف وسیع ڈرائینگ روم کا جائزہ لینے لگا، تمام ضروری چیزیں موجود تھیں۔ اچانک اس کی نگاہ میز پر پڑی کسی چیز پر مرکوز ہو گئی۔ وہ میز کی طرف بڑھا، اور اس چیز کو اٹھا کر دوبارہ اپنی جگہ پر آ بیٹھا۔ یہ گول فولادی ٹکڑا تھا۔ جوزف حیرانی سے اُسے دیکھ رہا تھا۔

اُسی لمحے زومبو ہاتھ میں شراب کی بوتل اور گلاس پکڑے اندر داخل ہوا۔ "لو بھئی، دل کھول کر پیو۔" اُس نے دونوں چیزیں جوزف

کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ دفعتاً اس نے جوزف کو فولادی ٹکڑے کی طرف دیکھتے محسوس کیا۔ وہ قدرے چونکا اور پھر جوزف کے برابر ہی بیٹھ گیا۔

زومبو! یہ کیا ہے ؟" جوزف نے ٹکڑے کو الٹ پلٹ کرتے ہوئے کہا۔

اس کی حقیقت جاننے کے لیے مجھے ساری تفصیل بیان کرنی پڑے گی۔" زومبو نے جواب دیا۔ " دراصل میں یہاں ایک زیرِ زمین تنظیم کا قابل اعتماد ممبر ہوں۔ اس تنظیم کا اصل مقصد میں فی الحال تمہیں نہیں بتا سکتا۔ یہ ٹکڑا جو تم دیکھ رہے ہو، یوں سمجھ لو، ہماری تنظیم کا نشان ہے۔ یہ نشان تنظیم کے خاص خاص ممبروں کے پاس ہر وقت موجود رہتا ہے۔ تم بتا رہے تھے۔ کہ آج کل فارغ ہو۔ اور میں تمہیں یہ پیش کش کرنا چاہتا ہوں۔ کہ ہماری تنظیم میں شریک ہو جاؤ۔ دولت تمہاری کنیز ہو گی۔ اور کام انتہائی آسان ہوا کریں گے۔ زومبو نے تفصیل سے بتایا۔

جوزف نے چند لمحے سوچ کر جواب دیا" میں کام کی نوعیت جانے بغیر، کوئی جواب نہیں دے سکتا۔"

"کام کی نوعیت جاننے کے لیے تمہیں ہمارے باس سے ملنا پڑے گا۔ کیا خیال ہے، ابھی چلا جائے" ؟ زومبو نے کہا اور جوزف نے سر ہلا دیا۔ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اسی لمحے جوزف کی نظریں ایک طرف اٹھیں اور بری طرح چونک اٹھا۔

دانش منزل میں عمران اور بلیک زیرو گفتگو میں مصروف تھے۔

عمران کہہ رہا تھا "کرنل فاروق ڈیڈی کے قریبی دوستوں میں سے ہیں۔ ان کا مقتول بھائی خاور احمد ملٹری آفیسر تھا۔ اس کی موت سے میرے ذہن میں ایک خیال پیدا ہو رہا ہے۔ لیکن اس کی واضح شکل نہیں ہے، جہاں تک اس گول ٹکڑے کا تعلق ہے ہو سکتا ہے، کسی نے انہیں بطور تحفہ دیا ہو۔ اگر یہ بھی نہیں، تو پھر ایک ہی بات رہ جاتی ہے" عمران لمحہ بھر کے لیے چپ ہوا۔

بلیک زیرو نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فوراً پوچھا۔

"وہ کیا؟"

"وہ یہ کہ ہو سکتا ہے۔ وہ ٹکڑا کسی تنظیم کا شناختی نشان ہو"

عمران نے خیال ظاہر کیا۔ اور بلیک زیرو اس کی بات سن کر سر ہلانے لگا۔

"اگر یہ بات ہے، تو یقیناً اس کے پیش نظر کوئی خاص مقصد کارفرما ہو گا۔ میرا مطلب ہے، نشان خاور احمد کی لاش سے ملا تھا۔ کیا ایسا

ممکن نہیں"۔ اس نے کہا۔

عمران نے اس کی بات کے جواب میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تمہاری دلیل خاصی مضبوط ہے۔ بہرحال اس سلسلے میں اگر مزید واقعات رونما ہوئے تو ہمیں سنجیدگی سے سوچنا پڑے گا۔ فی الحال میں پروفیسر راشدی کی طرف جا رہا ہوں" یہ کہہ کر عمران اٹھ کھڑا ہوا۔

چند لمحوں بعد اس کی کار تیز رفتاری سے ریسرچ سنٹر آف سائنس کے انچارج پروفیسر راشدی کی طرف دوڑی چلی جا رہی تھی۔ عمران نے کار عمارت کے سامنے روک دی اور اسے لاک کر کے اندر داخل ہو گیا۔ وہ سیدھا پروفیسر راشدی کے کمرے میں آیا۔

پروفیسر صاحب بڑے تپاک سے ملے، اور پھر انہوں نے گول ٹکڑا معہ رپورٹ عمران کے حوالے کر دیا۔

عمران شکریہ ادا کر کے باہر آ گیا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی کار واپس چلی جا رہی تھی۔ جلد ہی وہ دانش منزل پہنچ گیا۔

بلیک زیرو نے دیکھتے ہی پوچھا۔

"مل گئی رپورٹ"

"ہاں"! عمران نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"پڑھی؟"

"پڑھنے لگا ہوں" عمران نے جیب سے فولادی گول ٹکڑا اور رپورٹ نکالتے ہوئے کہا۔

بلیک زیرو بھی عمران کے ساتھ آبیٹھا۔

عمران رپورٹ کھول کر پڑھنے لگا۔ پڑھنے کے بعد اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رپورٹ ایک طرف رکھ دی۔

"کوئی فائدہ نہیں" عمران بولا۔

"صرف اتنا لکھا ہے کہ دھات یورینیم طرز کی ہے۔ جس کا کوئی نقصان نہیں۔ اندرونی حصے میں سوائے مٹی کے چند ذروں کے اور کچھ موجود نہیں۔

میرا دوسرا خیال ہی ٹھیک ہے۔ خاور احمد یقیناً کسی تنظیم کے ہاتھوں شکار ہوا ہے۔ اور اس تنظیم نے یہ ٹکڑا اُسے دیدیا ہوگا۔ بہرحال اس کا فی الحال کوئی خاص مقصد سامنے نہیں آتا" عمران کہتا چلا گیا۔

بلیک زیرو بھی سوچ میں گم ہوگیا تھا۔ اچانک ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور دونوں چونک کر خیالوں کی دنیا سے نکل آئے۔

بلیک زیرو نے بڑھ کر رسیور اٹھالیا۔

"ایکس ٹو سپیکنگ" اس نے مخصوص بھرّائی آواز میں کہا۔

"عمران ہے؟"

دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

"جی ہاں! موجود ہیں" بلیک زیرو نے اپنے اصل لہجے میں کہا۔ اور رسیور عمران کی طرف بڑھا دیا۔

"عمران سپیکنگ، ایم ایس ......" عمران تعارف کرانے ہی لگا تھا کہ سر سلطان نے جلدی سے اسکی بات کاٹ دی۔

"مجھے معلوم ہے تمہارا حدود اربعہ، اور اب میری بات غور سے سنو!" سر سلطان نے کہا۔

عمران سمجھ گیا، کوئی خاص بات ہے۔ چنانچہ بولا۔

"جی فرمائیے"

"پاکیشیا کے وزیر خارجہ کو تم جانتے ہو" انہوں نے پوچھا۔

"مکمل طور پر نہیں، صرف ضمنی سی ملاقاتیں ہوئی ہیں" عمران نے جواب دیا۔

"ان کی رہائش گاہ کا پتہ ہے تمہیں؟"

"جی ہاں!"

"تو پھر فوراً ان کے ہاں پہنچو، وہ کسی قسم کا خطرہ محسوس کر رہے ہیں۔ ساری تفصیل تمہیں وہ خود بتائیں گے" سر سلطان کی آواز ابھری۔

"یعنی ابھی روانگی"؟ عمران نے قدرے حیرت سے کہا

"ہاں ابھی، ان کی زندگی اس وقت ہمارے لیے بہت اہمیت کی حامل ہے۔ عنقریب وہ ایک اہم غیر ملکی دورے پر روانہ ہو رہے ہیں"

سر سلطان نے تیزی سے کہا۔

"او کے قبلہ، آپ ہمیشہ قہرِ درویشاں بن کر آتے ہیں" عمران نے جاتی بہار دیکھ کر ہانک لگائی۔

"بکواس مت ۔ ۔ ۔ ۔" عمران نے سر سلطان کی لعن طعن سنے بغیر ریسیور رکھ دیا۔

بلیک زیرو مسکرایا۔

"میرے خیال میں کوئی چکر چلنے والا ہی ہے۔ تم ذرا صفدر اور کیپٹن شکیل کو باری باری رنگ کرو۔ میں ذرا بات کروں گا"

"کم از کم مجھے ذرا کی امید نہیں" بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے ٹیلی فون کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

عمران ٹیڑھی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بُرے بُرے منہ بنانے لگا۔

سب سے پہلے اس نے صفدر کو رنگ کیا۔ اور رابطہ ملنے پر ریسیور عمران کی طرف بڑھا دیا۔

"ہاں تو برخوردار! میں کیا کہہ رہا تھا" عمران نے پہلے ہلے میں ہی کہا۔

بلیک زیرو سمجھ گیا، اب عمران کی ذراسی بات وسعت اختیار کرنے والی ہے۔ اس لیے جلدی سے اُٹھ کر دوسرے کمرے کی طرف بڑھا۔

"کہاں چل دیے برخوردار"؟ عمران نے اس کے پیچھے سے ہانک لگائی
اسی اثناء میں بلیک زیرو دروازہ پار کر گیا۔

دوسری طرف سے صفدر کی حیرت زدہ آواز سنائی دی۔

"واہ! عمران صاحب! آپ نے کیسے پہچانا، کہ میں صوفے کی طرف جا رہا ہوں۔ عمران اس اتفاق پر دل ہی دل میں مسکرایا۔

"دراصل جب اندازہ اور خاص میجک لہریں کسی کی طرف پرواز کرتی ہیں۔ تو فوراً مجھے پتا چل جاتا ہے۔ وہ آدمی کیا کر رہا ہے" عمران نے توجیہہ پیش کی۔

"فرمایئے، کیسے یاد کیا؟ صفدر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"وزیر خارجہ کی رہائش گاہ جانتے ہو" عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں! جانتا ہوں"

"تو یوں کرو، ابھی اس طرف روانہ ہو جاؤ۔ اور کوٹھی کے سامنے چھپ کر نگرانی کرو، کوئی بھی غیر متعلقہ یا مشکوک آدمی نظر آئے، یا کوئی غلط حرکت ہو۔ تو فوراً ایکشن میں آ جاؤ۔ اور اپنی مرضی سے حالات کے مطابق کوئی بھی فیصلہ کرو" او کے۔ عمران نے تفصیل سے بتایا۔

اوکے! عمران صاحب!

"ہاں! تو میں کہہ رہا تھا"؟ عمران نے سوالیہ انداز میں ہانک لگائی۔

اور جلدی سے ریسیور رکھ کر کیپٹن شکیل کو کال کرنے لگا، لیکن وہ موجود نہیں تھا، ضروری تیاریوں کے بعد وہ اپنی ٹو سیٹر کے ذریعے وزیر خارجہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

پاکستان کے وزیر خارجہ کمال ہمدانی انتہائی پریشانی کے عالم میں دفتر سے نکلے اور گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ وقت سے پہلے وہ دفتر سے چلے آئے تھے۔ اور کار کی رفتار انہوں نے کافی تیز رکھی تھی۔ ان کی کار بلٹ پروف تھی۔ اس لیے انہوں نے کوئی باڈی گارڈ نہیں رکھا ہوا تھا۔ ڈرائیور کو بھی انہوں نے آج خود چھٹی دے دی تھی۔ گھر پہنچ کر، وہ بے تابی سے کمرے میں ٹہلنے لگے۔ یوں محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے انہیں کسی کا انتظار ہو۔ ان کی بیگم اور دو بچے خلاف توقع ان کی جلد آمد سے حیران سے تھے۔ لیکن انہوں نے اس ضمن میں کوئی سوال نہیں کیا تھا۔

چند لمحوں بعد ایک ملازم کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں

ایک خط پکڑا ہوا تھا۔

"صاحب! یہ لیٹر بکس سے ملا ہے۔" اس نے خط وزیر خارجہ کی طرف بڑھا دیا۔ اور پھر کمرے سے نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد انہوں نے خط کو الٹ پلٹ کر کے دیکھا۔ لیکن کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ خط کہاں سے ارسال کیا گیا ہے۔ کپکپاتے ہاتھوں سے انہوں نے خط چاک کیا۔ اندر سے ایک رقعہ برآمد ہوا۔ انہوں نے پڑھنا شروع کیا لکھا تھا۔

جناب کمال ہمدانی صاحب! آپ کو کل کی ملاقات یاد ہو گی۔ اس سلسلے میں، میں نے آپ سے صرف اتنی گذارش گزاری تھی، کہ آپ عنقریب متوقع بیرونی دورہ ملتوی کر دیں۔ اور انکار کی صورت میں، میں نے یہ بھی کہا تھا۔ کہ آپ کا ایک اہم راز جو آپ کی ہمیشہ کمزوری رہے گا۔ حکومت کے سامنے لانے کے لیے بھی کہا تھا۔ آپ نے انکار کر کے اپنے حق میں اچھا فیصلہ نہیں کیا۔ ادھر میں نے بھی آپ کے لیے ایک فیصلہ کیا ہے۔ تاکہ آپ عبرت حاصل کر سکیں۔ فقط، جونی!

اس سے آگے کچھ نہیں لکھا ہوا تھا۔ کمال ہمدانی نے خط ایک طرف رکھا۔ اور پھر سوچ میں ڈوب گئے۔ اس دن وہ عام چھٹی کی وجہ سے گھر میں ایک فائل دیکھ رہے تھے۔ کہ ملازم نے ایک آدمی کے آنے کی اطلاع دی۔

چند لمحوں بعد ایک قوی ہیکل شخص اندر داخل ہوا۔

"السلام علیکم"۔ اُس نے کہا۔

کمال ہمدانی نے جواب دے کر اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور پھر سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگے۔

"شاید آپ مجھے جانتے نہ ہوں" نووارد نے کہنا شروع کیا۔ اس کے لبوں پر ایک پراسرار سی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ "مجھے جونی کہتے ہیں۔ میں ایک درخواست لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں"

"کیسی درخواست"؟

کمال ہمدانی فائل ایک طرف رکھ کر اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"آپ کو اپنی نوجوانی کی ایک غلطی یقیناً یاد ہو گی" جونی نے کہا۔ اور کمال ہمدانی بُری طرح چونک اُٹھے تھے۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو"؟ انہوں نے اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

"میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کوئی آدمی اپنی غلطی، اور وہ بھی بڑی غلطی کی تشہیر پسند نہیں کرتا، آپ کو یاد ہو گا۔ نوجوانی میں آپ نے ایک نوجوان و دولت مند بیوہ کو قتل۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

"بکواس بند کرو" کمال ہمدانی نے زوردار دھاڑ کے ساتھ اس کی بات کاٹی۔

ں کچھ سننا نہیں چاہتا"

تو پھر اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو بلیک میل نہ کیا جائے تو اُس لیے آپ کو ہماری ایک بات ماننا پڑے گی" جونی نے سرد مسکراہٹ ساتھ کہا۔

کیسی بات"؟

آپ صرف اتنا کریں کہ غیر ملکی دورے پر جانے سے انکار کر دیں۔ بس" جونی نے اپنی شرط بیان کی۔

کیا بک رہے ہو تم" کمال ہمدانی دھاڑے، "یہ کس طرح ممکن ہے ک و قوم سے غداری پر مجبور کر رہے ہو، کیا اس کا تمہیں اندازہ ہے" ہمدانی سخت لہجے میں کہتے چلے گئے۔

جونی جواباً مسکرانے لگا۔

بالکل ممکن ہے، آپ بیماری کا بہانہ کر سکتے ہیں" جونی نے کہا۔

"اگر میں ایسا کرنے سے انکار کر دوں"؟ "تو پھر آپ کو بین الاقوامی پر بلیک میل کیا جائے گا۔ یہ ہرگز نہ بھولیں کہ وزارت کے عہدے قبل۔ آپ نے ایک بیوہ کا حق غصب کر کے اس کی دولت ہتھیالی حالانکہ اس بیوہ کے طفیل کئی صنعتی ادارے ترقی کرتے میں معروف ۔ اس کا یتیم بچہ بھی شاید آپ بھول گئے، جو جانے کہاں در در وکریں کھاتا پھر رہا ہے۔

اب بتاتا ہے" جونی سخت لہجے میں کہتا چلا گیا۔
کمال ہمدانی کے جسم پر ہلکا سا لرزہ طاری ہو گیا تھا۔ اور وہ بے
تھکے تھکے سے محسوس ہو رہے تھے۔" میں کچھ وقت کی مہلت چاہتا
ہوں" آخر انہوں نے کمزور سے لہجے میں کہا۔

"مہلت"

جونی نے مہلت کو لمبا کرتے ہوئے کہا۔" یقیناً میں کل پھر حاضر
جاؤں گا۔ لیکن صبح کے وقت، او کے مجھے یقین ہے۔ آپ اپنے
میں کوئی بہتر فیصلہ ہی کریں گے۔

"بائی" یہ کہہ کر جونی تیزی سے اٹھا اور کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

کمال ہمدانی نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔ انہیں یوں محسو
ہو رہا تھا۔ جیسے معمول کی زندگی میں اچانک، سارا کیریکٹر کرچی کرچی
گیا۔ جوانی میں واقعی انہوں نے قتل جیسے کام میں ہاتھ ڈالا تھا۔ ا
یہ سب حالات کی وجہ سے ہوا تھا۔ اس وقت ان کے حالات موجود
حالات سے یکسر مختلف تھے۔ سوچ سوچ کر ان کا دماغ ماؤف
ہونے لگا۔ انہوں نے ملازم سے پانی منگوایا اور خشک حلق تر کرکے
دوبارہ کسی قطعی فیصلے پر پہنچنے کی کوشش کرنے لگے۔ اس وقت وہ
دوراہے پر پہنچ چکے تھے۔ ایک طرف ان کا ذاتی مفاد تھا۔ دوسری طر
ملک و قوم کے مفاد کو خطرے کا اندیشہ تھا۔

ہر شخص ذاتی مفاد کو دوسرے تمام مفادات پر ترجیح دیتا ہے۔
اپنی ذات کو خود کوئی نقصان پہنچانے کی نہیں سوچتا، لیکن
ہمدانی کے ساتھ معاملہ دوسرا تھا۔ ملک نے اُسے اتنا کچھ عطا کیا تھا
کے دل میں تمام تہیں، عوام، ملک کی محبت سے بنی ہوئی تھیں۔
سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ کہ ایک دن انہیں ملک و قوم سے غداری
کرنا پڑے گی۔ بالآخر وہ ایک فیصلے پر پہنچ گئے۔ اور یہ فیصلہ ملک
مفاد میں تھا۔ شاید یہ سوچ کر کہ مجرم کو اپنے کیے کی سزا بھگتنی
چاہیئے۔ تاکہ غلطی کا احساس ہونے پر ضمیر کی سزا سے بچا سکے۔ ویسے
وہ عمر کے اس حصے میں پہنچ چکے تھے۔ جہاں آدمی کے اعضاء
تھے اور کمزور ہو جاتے ہیں۔ فیصلہ کرکے وہ خود کو بے حد مطمئن محسوس
کرنے لگے۔ انہوں نے سوچا تھا۔ بچنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔
ہے کچھ بھی ہو۔ پریشانی میں انہیں یہ بھی یاد نہیں رہا تھا۔ کہ جونی
اپنے دعوے کا کوئی ثبوت تو پیش ہی نہیں کیا تھا۔

دوسرے دن صبح جونی دوبارہ آیا۔ اور کمال ہمدانی نے
فیصلے سے آگاہ کر دیا اور پھر وہ غصے سے پاؤں پٹختا باہر نکل گیا۔

کمال ہمدانی سوچ کی دنیا سے حقیقت میں آ گئے،
آج اُسی جونی کی طرف سے خط ملا تھا۔ اور وہ کچھ سوچنے میں

معروف تھے۔ آخر وہ اپنی جگہ سے اُٹھے۔ اور سر سلطان کے نمبر
ڈائیل کرنے لگے۔ رابطہ ملتے ہی انہوں نے ساری بات بتا دی
اور مدد کی درخواست کی۔

سر سلطان نے یقین دلا کر رابطہ منقطع کر دیا۔ وہ بے تابی سے
امداد کا انتظار کر رہے تھے۔ انہوں نے ملازم کو آواز دی۔

"جی صاحب"

ملازم اندر داخل ہوا۔

"میرے کپڑے لاؤ"

ملازم سر ہلا کر فوراً دوسرے کمرے میں گیا۔ اُس نے الماری سے
ایک سوٹ نکالا اور پھر اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر اس نے کوئی چیز
اور سوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ دی۔

"لیجئے صاحب!" اس نے سوٹ کمال ہمدانی کے حوالے کر دیا
اور پھر تیزی سے واپس ہوا۔ بنگلے سے نکل کر وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ
اور ایک طرف روانہ ہو گیا۔

کمال ہمدانی پریشانی کے عالم میں لباس تبدیل کرنے لگے۔ شاید
اس پریشانی کی وجہ سے وہ لباس میں کسی چیز کی موجودگی محسوس نہ
کر سکے۔ ابھی وہ لباس بدل کر بمشکل ہی فارغ ہوئے تھے۔ کہ کال بیل
کی آواز سنائی دی۔ انہوں نے ملازم کو آواز دی۔ لیکن اس کی طرف

سے کوئی جواب نہیں آیا۔ ان کی بیگم اور بچے دوسرے کمرے میں
تھے۔ چنانچہ انہیں خود ہی اُٹھ کر دروازے کی طرف جانا پڑا۔ انہوں
نے دروازہ کھولا۔ سامنے عمران کھڑا تھا۔

"السلام علیکم سر" عمران نے ادب سے سلام کیا۔

"آؤ عمران! شاید تمہیں سر سلطان نے بھیجا ہے" انہوں نے
دروازہ بند کر کے اندر کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں!

کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش تو نہیں آیا؟" عمران نے پوچھا۔

"ابھی تک تو نہیں" کمال ہمدانی نے جواب دیا۔ وہ عمران کو پہلے والے
کمرے ہی میں لے آئے۔ انہوں نے حرفی کی طرف سے ملنے والا خط عمران
کی طرف بڑھا دیا۔

عمران نے بغور خط کا مضمون پڑھا۔ اور پھر بولا۔ خط کے مضمون سے
یہ بات بڑی حد تک واضح ہو جاتی ہے۔ کہ مجرم آپ پر قاتلانہ حملے کی کوشش
ضرور کرے گا۔ اور میرا خیال ہے، آج ہی وہ یہ قدم اُٹھائے گا۔ آپ
اس کمرے کے دروازے بند کر لیں۔ میں بنگلے کا مکمل جائزہ لے آؤں۔
لیکن پہلے پولیس کو فون کرنا ضروری ہے۔" یہ کہہ کر عمران فون کی طرف
بڑھ گیا۔

اس نے کیپٹن فیاض کو صورت حال سے آگاہ کر کے ایک دستے کے

ہمراہ بنگلے پر پہنچنے کی ہدایت کی۔ اور پھر ریسیور رکھ کر کمال ہمدانی کی طرف مڑا۔

"میں جب تک دوبارہ دستک نہ دوں، دروازہ ہرگز نہ کھولیے گا اور ہاں! گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔" یہ کہہ کر عمران کمرے سے نکل گیا۔

ہمدانی صاحب نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

عمران بنگلے کا جائزہ لیتا ہوا لان کی طرف آیا۔ اور اُسی لمحے وہ بُری طرح چونک اٹھا۔ وہ تیزی سے باڑ کی طرف بڑھا۔ اور ایک مرتبہ پھر اُسے بُری طرح چونک جانا پڑا۔

باڑھ کے بیچ میں ایک آدمی کی لاش دکھائی دے رہی تھی۔

اس نے لاش کا چہرہ بغور دیکھا، اور پھر پیچھے ہٹ گیا۔ لاش کے سراغ کے لیے اس نے پولیس کو کافی سمجھا تھا۔ لاش کے بارے میں کچھ باتیں اُس کے ذہن میں کھٹک رہی تھیں۔ ایک تو یہ کہ مقتول کون ہے۔ اس کا اس گھر سے کوئی تعلق ہے یا نہیں۔ اہم بات یہ تھی کہ آخر کس نے، کس مقصد کے لیے قتل کیا۔ یہی سب کچھ سوچتے ہوئے وہ کمال ہمدانی کے کمرے تک آ گیا۔ دروازہ بدستور اندر سے بند تھا۔

اس نے مخصوص انداز میں، دروازے پر دستک دی۔

چند لمحوں تک دروازہ نہ کھولا۔ اب عمران کھٹکا، اس نے دروازے سے چند قدم پیچھے ہٹ کر زور سے ٹھوکر دروازے پر دے ماری۔

دروازہ بے حد مضبوط تھا۔ لیکن عمران کی بھرپور ضرب سے دروازہ ایک دھماکے سے اکھڑتا چلا گیا۔ عمران دروازہ پھلانگ کر تیزی سے کمرے میں داخل ہوا۔ اور پھر وہ یکدم اپنی جگہ پر ساکت وجامد رہ گیا۔

بیڈ پر کمال ہمدانی بے ڈھنگے انداز میں پڑے ہوئے تھے۔ ان کے جسم میں ذرہ برابر بھی حرکت نہیں تھی۔

عمران نے پہلے ہی لمحہ جان لیا کہ ان میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہیں رہی، وہ آہستہ آہستہ چلتا بیڈ کے قریب آیا، اور لاش کا جائزہ لیا۔

صرف ایک چیز عمران کو محسوس ہوئی۔ کمال ہمدانی کے چہرے پر انتہائی اذیت بھرے تاثرات تھے، عمران ایک طویل سانس لیکر سیدھا ہوا۔

اس کا ذہن بہت پریشان تھا۔ پولیس اور خود اس کی موجودگی میں کمال ہمدانی ہلاک ہو گئے تھے۔ حالانکہ کمرہ اندر سے مقفل تھا۔ کمرے میں کوئی کھڑکی بھی نہیں تھی۔ روشندان تھے۔ لیکن بے حد چھوٹے ان حالات میں، کمال ہمدانی کا قتل ایک پراسرار معمہ بن چکا تھا۔ یہ بات تو طے تھی کہ وہ قدرتی موت نہیں مرے بلکہ قتل کیے گئے ہیں۔

کس طرح ....؟

یہ عمران کے لیے فی الحال نہ حل ہونیوالا ایک مسئلہ تھا۔ وہ ٹیلیفون کی طرف بڑھ گیا۔ لیکن پھر کسی خیال کے تحت کوٹھی سے باہر آ گیا، گیٹ پر کیپٹن فیاض، دو کانسٹیبلوں کے ساتھ موجود تھا۔

عمران کو دیکھ کر وہ تیزی سے قریب آیا۔

" اوہ! تو تم بھی یہاں موجود ہو۔" اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

" ہاں! کمال ہمدانی تمہیں بلا رہے ہیں وہ کوئی ضروری بات صرف اور صرف تم سے کرنا چاہتے ہیں۔ اپنی نفری کو بھی ساتھ لے آؤ" عمران نے سرسری لہجے میں کہا۔

کیپٹن فیاض نے وِسل دے کر اپنے دس ماتحتوں کو بلایا اور پھر عمران کے ساتھ اندر کی طرف بڑھ گیا۔ کمال ہمدانی کے کمرے میں پہنچ کر اس نے کانسٹیبلوں کو کمرے سے باہر کھڑے ہونے کا حکم دیا۔

ان کے جاتے ہی عمران نے فیاض کے کان میں سرگوشی کی " وہ نیم بے ہوشی کی حالت میں ہیں۔ اس لیے ان کے کان میں بات کرنا۔

" او کے میں یہاں کھڑا رہتا ہوں" عمران نے کہا۔ اور کیپٹن فیاض کمال ہمدانی کی طرف بڑھ گیا۔

" جناب! میں یہاں آ گیا ہوں۔

کیپٹن فیاض" فیاض نے کمال ہمدانی کے کان میں کہا۔

اور فقرہ ادا کرتے ہی اپنا کان کمال ہمدانی کے منہ سے لگا یا۔

اُسی لمحے عمران نے تیزی سے کہا۔

" یہ مر چکے ہیں، سوپر فیاض" یہ الفاظ سنتے ہی فیاض بُری طرح اچھلا۔

اور چند قدم پیچھے ہٹ آیا۔

" یہ کیا حرکت تھی؟" اُس نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھیں سُرخ ہوتی جا رہی تھیں۔

" میں تمہاری قابلیت کا اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ تم ایک نظر میں لاش اور زندہ آدمی میں تمیز کر سکتے ہو یا نہیں" عمران نے جواب دیا۔

کیپٹن فیاض ہونٹ کاٹ کر رہ گیا۔ " دفع ہو جاؤ یہاں سے" اس نے پاؤں پٹختے ہوئے کہا۔ عمران جانے کے لیے مڑا، پھر یکدم پلٹ کر بولا۔

" فنگر پرنٹس ماہرین اور پوسٹ مارٹم کے عملے کو بلوا لو فوراً، میں جا رہا ہوں" یہ کہہ کر عمران کمرے سے نکل گیا۔

باڑھ میں پڑی لاش کا اُس نے جان بوجھ کر ذکر نہیں کیا تھا۔ اگر وہ بتا دیتا تو کیپٹن فیاض زبردستی اس معاملے میں ملوث کر لیتا اس طرح عمران کا قیمتی وقت ضائع ہوتا۔ اس نے کار اسٹارٹ کی اور پھر گیٹ سے نکل کر دانش منزل روانہ ہو گیا۔ ابھی وہ کچھ ہی دُور گیا تھا کہ اچانک اُسے تعاقب کا احساس ہوا۔ اُس نے چونک کر بیک مرر میں دیکھا۔ ایک سیاہ رنگ کی فوکس ویگن اس کے تعاقب میں چلی آ رہی تھی۔ عمران نے مین روڈ سے کار ایک ذیلی سڑک پر

ڈال دی ۔ اس سڑک پر ٹریفک نہیں تھی ۔ عمران نے کار کی رفتار خاصی تیز رکھی تھی، لیکن اچانک اُسے پُوری قوّت سے بریکوں پر دباؤ ڈالنا پڑا ۔

سامنے دائیں طرف سے وہی فوکس ویگن انتہائی تیزی سے ، اچانک ہی اُس کے سامنے آئی تھی ۔ اور سڑک پر ترچھی حالت میں کھڑی ہوگئی تھی ، عمران کی کار ویگن سے دس قدم کے فاصلے پر رُک گئی ۔

اس کے ساتھ ہی ، ویگن کی کھڑکیوں سے چند نالیں نکلیں اور پھر بارود اُگلنے لگیں ، بیسوں گولیاں عمران کی طرف لپکیں ۔ فضا عمران کی اذیّت بھری چیخ سے گونجتی چلی گئی ۔



جوزف کو چونکتے دیکھ کر زومبو رُک گیا ۔ اس نے جوزف کی نگاہوں کا تعاقب کرتے ہوئے اس طرف دیکھا ، جدھر جوزف دیکھ رہا تھا ، اور پھر ایک طویل سانس لیکر رہ گیا ۔ جوزف زومبو کی طرف متوجہ ہوا ۔

زومبو ! مجھے سچ سچ بتاؤ ، چکر کیا ہے "۔ جوزف کا لہجہ قدرے سخت تھا ۔

" اوہ ! تم تو حد سے زیادہ متجسّس ہو گئے ہو " زومبو نے اُسے کندھے سے پکڑ کر صوفے کی طرف لیجاتے ہوئے کہا ۔

" میرا خیال ہے ، میں خود ہی ساری بات بتائے دیتا ہوں "

دونوں صوفے پر بیٹھ گئے ۔ جوزف نے ایک مرتبہ پھر اس میز کی طرف دیکھا ۔ جس کے اوپر ایک عجیب سی جڑی بوٹی رکھی ہوئی تھی ۔ اور سیاہ رنگ کا پوڈر بھی ایک پیالے میں رکھا تھا ۔

جوزف کو انہی دو چیزوں نے چونکنے پر مجبور کیا تھا ۔

" سنو ! " موگی نے کہنا شروع کیا اسی وقت جوزف نے اس کی بات کاٹ دی اور کہا ۔

" تفصیل میں سے کوئی بھی غیر اہم بات گول کرنے کی کوشش نہ کرنا تاکہ میں اطمینان سے تمہاری بات سن سکوں "۔

موگی دھیرے سے مسکرایا اور پھر کہنے لگا ۔

" دراصل یہاں ، دارالحکومت میں ہماری ایک زیر زمین تنظیم مصروف عمل ہے ۔ موجودہ برسرِ اقتدار حکومت میں بعض بڑی بڑی خامیاں ہیں ۔ جس کی وجہ سے ہم یعنی ہماری تنظیم حکومت کے خلاف کام کر رہے ہیں ، تاکہ نااہل سربراہ کو ہٹا کر جائز سربراہ کو جگہ دیں ۔ یہ کام اگرچہ بیحد مشکل ہے ۔ لیکن ہم حالات کے پیش نظر اس کام کو کر رہے ہیں ۔ ہمیں ابھی تک کوئی قابل ذکر کامیابی نہیں ہوئی ۔ پھر بھی اس بار ایک ٹھوس

پلاننگ کی جائے گی۔ لیکن اس کے لیے ہمیں آدمیوں کی ضرورت ہے۔ اب ایک اور بات سنیے۔"

حکومت کے طرف دار لیڈروں۔ اور بڑے بڑے سرکاری افسروں کی بیخ کنی کے لیے ہم نے ایک بےحد حیرت انگیز چیز ایجاد کی ہے"۔ یہاں تک کہہ کر زومبو چپ ہو گیا۔ اور اُٹھ کر میز کی طرف بڑھا گیا۔ اُس نے جڑی بوٹی اور سیاہ رنگ کا پوڈر اٹھایا اور دوبارہ جوزف کے قریب آ بیٹھا۔

"اس بوٹی کو تو تم پہچانتے ہی ہو گے"۔ اس نے بوٹی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"یہ مخصوص بوٹی صرف ہمارے علاقے میں پائی جاتی ہے۔ اس کا ہم یہ پوڈر بنا لیتے ہیں۔ پھر اس پوڈر کو مخصوص کیمیائی عمل سے گذار کر ایک خاص قسم کی دھات تیار کر لی جاتی ہے۔ اس دھات سے ہمارے سائنس دان مخصوص مشینری بناتے ہیں۔ اور اُسے اس ٹکڑے میں فکس کر دیتے ہیں"۔

زومبو نے خاموش ہو کر جیب سے گول فولادی ٹکڑا نکال لیا۔

"اس ٹکڑے کے اندر اس کیمیکل سے بنی مشینری فکس کر دی جاتی ہے۔ تاریں بھی اس مصالحے سے تیار کی جاتی ہیں۔ اب اس میں ایک چھوٹا سا ٹیلی ویژن کیمرہ لگایا جاتا ہے۔ جس کی مدد سے تصویر حاصل کی جاتی ہے۔ اس ٹکڑے اور مشینری کا تمام کنٹرول ایک مشین کے ذریعے ہوتا ہے

جس آدمی کو ہلاک کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اسے ٹکڑا دے دیا جاتا ہے۔ اور پھر کنٹرولر مشین کے ذریعے ایک لیور دبا دیا جاتا ہے۔ لیور دبتے ہی ٹکڑے کے اندر موجود مشینری کو آگ لگ جاتی ہے۔ اور اس سے شعاعیں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ شعاعیں انسان کے جسم میں پیوست ہو جاتی ہیں اور ایک سیکنڈ میں شکار دم توڑ دیتا ہے۔ ہم نے اس ٹکڑے کا نام "ڈیتھ اسپاٹ یعنی موت کا نشان رکھا ہے۔ کیا سمجھے"؟ زومبو چپ ہو گیا۔

"سمجھ تو میں بہت کچھ گیا ہوں۔ لیکن ایک بات کی وضاحت ضرور سمجھتا ہوں"۔ جوزف نے زومبو کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تمہارا تعلق پاکیشیا سے نہیں ہے۔ پھر تمہیں موجودہ حکومت کی خامیوں سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ جوزف نے پوچھا۔

زومبو ہلکا سا مسکرایا اور کہا

میں صرف پیسہ کمانے کے لیے کام کر رہا ہوں۔ اور بس۔

"اب تم بتاؤ تمہارے کیا ارادے ہیں"۔

"میرے ارادے تو نیک نہیں ہیں۔ میں تم لوگوں کی گھناؤنی سازش میں شریک نہیں ہو سکتا"۔ جوزف اُٹھ کھڑا ہوا۔

یہ سنتے ہی زومبو کے ماتھے پر بل پڑتے چلے گئے۔ اس نے یکدم تیزی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ریوالور نکال کر جوزف کی طرف

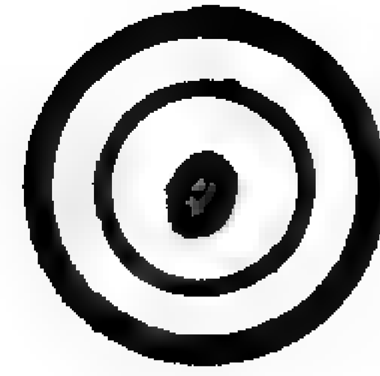
تان لیا۔ "تو پھر اب تمہیں زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔ تم ضرورت سے زیادہ باتیں جان گئے ہو۔" زومبو نے سرد لہجے میں کہا اور عین اسی لمحے جوزف کی ٹانگ گھومی اور اس کی بھرپور ٹھوکر زومبو کے ریوالور والے ہاتھ پر پڑی۔

زومبو کے منہ سے زوردار چیخ نکلی اور ریوالور اڑتا ہوا دور گر گیا۔

ریوالور ہاتھ سے نکلتے ہی زومبو پھرتی سے اچھلا اور زور فلائنگ کک جوزف کے سینے پر ماری۔ جوزف بری طرح لڑکھڑا گیا ی فوراً ہی سنبھلا اور تیزی سے آگے بڑھ کر زومبو کے پیٹ میں ردار گھونسہ رسید کیا۔ تکلیف کی شدت سے زومبو پیٹ پکڑ کر کتا چلا گیا۔

جوزف ایک قدم پیچھے ہٹا اور پھر ٹھوکر زومبو کے منہ پر ماری۔ زومبو کے حلق سے ایک طویل چیخ خارج ہوئی اور اس نے بے تیار منہ پکڑ لیا۔

جوزف نے آگے بڑھ کر اس کا کالر پکڑا اور جھٹکے سے کھڑا کر دیا۔ عین اسی لمحے اسے یوں محسوس ہوا جیسے سر کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا ہو۔ عقب سے کسی نے بھرپور ضرب لگائی تھی جوزف نے سنبھلنے کی بیحد کوشش کی لیکن بے سود۔ چند لمحوں بعد اس کا بھاری وجود اندھیروں میں ڈوبتا چلا گیا



ایک بہت بڑے کمرے میں اس وقت چند افراد مختلف کرسیوں
پر بیٹھے ہوئے تھے۔ درمیان میں ایک لمبی میز موجود تھی۔ جس کی
ایک طرف تین آدمی اور دوسری طرف بھی تین آدمی بیٹھے ہوئے
کونوں پر دو کرسیاں خالی تھیں۔

چند لمحوں بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور دو آدمی اندر داخل ہو
یہ دونوں لحیم شحیم اور مضبوط و توانا جسم کے مالک تھے۔ دونوں
کرسیوں کی طرف بڑھ گئے۔ ان کے بیٹھنے کے چند لمحوں بعد، کمرے
بھاری آواز گونجتی چلی گئی۔

"سب لوگ آچکے ہیں"

"یس سر!" نو واردوں میں سے ایک نے ادب سے جوا

"ہوں"

اسی آواز کا ہنکارہ ابھرا۔

"سن! کیا تم نے "ڈیتھ اسپاٹ" مطلوبہ آدمی کو پہنچا دیا

"یس سر!" ایک آدمی نے جواب دیا۔

"کمال ہمدانی اب تک مر چکا ہوگا۔ اگلے ٹارگٹ کے لیے حکم کا

"ویری گڈ"

بھاری آواز دوبارہ گونجی۔

"دوستو! ہم اپنے مشن کی ابتدا میں دو اہم ہستیوں کو کامیابی سے
ہلاک کر چکے ہیں۔ آپ لوگوں کو یاد ہوگا۔ ان میں پہلا شکار کرنل فاروق
کا بھائی خاور احمد تھا۔ اور دوسرا یہاں کا وزیرِ خارجہ جو کہ ایک اہم
دورے پر بیرون ملک جا رہا تھا۔ اگر یہ دورہ مکمل ہو جاتا ہے۔ تو ہمارے
ملک ایکریمیا کو بہت سے پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑ جاتا۔

چنانچہ جونی کو کمال ہمدانی کے پاس اسی غرض سے بھیجا گیا۔ لیکن
کمال ہمدانی ضرورت سے زیادہ محبِ الوطن نکلا۔ چنانچہ اس کے قتل کا فیصلہ
کیا گیا۔

پوائنٹ ٹو کے چیف کو میں نے اطلاع کر دی ہے۔ ادھر جونی
کوٹھی کے ملازم کو قتل کر کے خود ملازم بن گیا۔ اور موقع پاتے ہی اس
نے ڈیتھ اسپاٹ کمال ہمدانی کے کپڑوں میں ڈال دیا۔ پوائنٹ
ٹو کا چیف اب تک کمال ہمدانی کا قصہ تمام کر چکا ہوگا۔

بہر حال ایک بڑی پریشانی ہمارے راستے سے ہٹ گئی ہے۔
اب آپ اپنے نئے کام سن لیں"۔ آواز لمحہ بھر کے لیے خاموش ہوئی،
اور پھر دوبارہ سنائی دینے لگی۔

"مسٹر جاگر" نام پکارا گیا۔ درمیان میں بیٹھا ایک آدمی سیدھا

ہوکر متوجہ ہوگیا۔

"یس سر!" اُس نے ادب سے کہا۔

"تمہارا کام ملٹری ریکارڈ کیپر کو اغوا کرنا ہے۔ اس ضمن میں تفصیلات تمہیں جلد مہیا ہو جائیں گی۔"

"او کے!" بھاری آواز ابھری۔

"او کے سر!" جاگر نے جلدی سے جواب دیا۔

"مسٹر جیگ!" ایک مرتبہ پھر نام پکارا گیا۔

"یس سر!" درمیان والے آدمی کے ساتھ والے نے جواب دیا۔

"تم نے مرکزی اسلحے خانے کا اچھی طرح جائزہ لیا ہے؟"

"یس سر!" جیگ نے جواب دیا۔

"او کے! اُسے جلد از جلد تباہ کرنا تمہارا کام ہے۔ ہمارا آئندہ ٹارگٹ کیپٹن ناصر ہوگا۔

یرن! تم یہ کام چند روز کے اندر اندر کر لو، تاکہ مشن تیزی سے مکمل کیا جائے۔" چند لمحوں کے لیے آواز بند ہوگئی، اور پھر دوبارہ سنائی دی۔

"زومبو! کیا تم بھی موجود ہو؟"

"میں موجود ہوں جناب!" زومبو نے جواب دیا۔

"کیا تم نے مزید کیمیکل تیار کر لیا ہے؟" پوچھا گیا۔

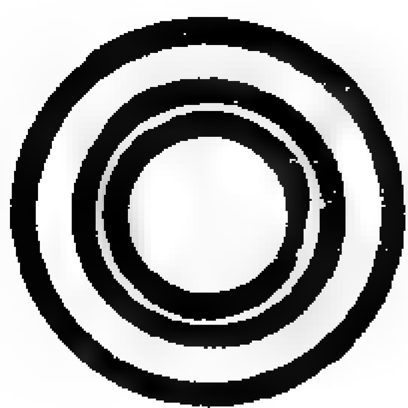
"یس باس! عنقریب وہ استعمال کے قابل ہو جائے گا!" زومبو نے جواب دیا، اور پھر مزید کہا

"جناب! آج میرا ایک جوزف نامی دوست مجھے مل گیا۔ میں نے سوچا کہ اسے بھی تنظیم میں شرکت کے لیے رضامند کرنے کی کوشش کروں، لیکن وہ مانا نہیں۔ میرا اور اُس کا جھگڑا ہو گیا۔ اور مجبوراً مجھے بیہوش کرنا پڑا۔ اس وقت وہ میری قیام گاہ کے تہہ خانے میں قید ہے۔ اس کے لیے کیا حکم ہے؟" زومبو خاموش ہو گیا۔

چند لمحوں بعد جواب ملا "فی الحال اُسے اپنی قید میں رکھو۔ ہو سکتا ہے، وہ اپنی ذہنیت بدل دے۔ ویسے بھی ہم کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتے۔ یہ آج ڈیرل کیوں غیر حاضر ہے؟" آواز نے آخر میں پوچھا۔

"جناب! وہ کمال ہمدانی کی طرف اپنے ساتھیوں کے ساتھ گیا ہے۔ وہاں سے وہ سیدھا پوائنٹ ٹو پہنچے گا۔" جیگ نے وضاحت کی۔

"او کے! اب آپ جا سکتے ہو۔" وہی آواز گونجی۔ تمام لوگ اُٹھے اور پھر کمرے سے نکلتے چلے گئے۔



صفدر کچن سے، ہاتھ میں کافی کی پیالی لیے ڈرائینگ روم میں آیا۔ ابھی وہ بیٹھا ہی تھا کہ اچانک واچ ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے کافی کی پیالی ایک طرف رکھی۔ اور واچ ٹرانسمیٹر کا ونڈ بٹن کھینچ کر منہ قریب کر لیا۔

"صفدر سپیکنگ"

"ایکس ٹو" دوسری طرف سے ایکسٹو کی مخصوص بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"یس سر" صفدر نے چونک کر سیدھے ہوتے ہوئے کہا۔

"عمران کے فلیٹ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ جونہی وہ باہر نکلے چپ چاپ نگرانی کرنی شروع کر دینا۔ یاد رہے، ایک لمحے کے لیے بھی نظروں سے اوجھل نہیں ہونا چاہیئے۔ اب وہ باہر نکل کر کمال ہمدانی کی کوٹھی جائے گا۔ تم باہر ہی اس کا انتظار کرنا۔ سمجھ گئے؟" ایکس ٹو نے تفصیل بتائی۔

"میں سمجھ گیا ہوں سر! آپ فکر نہ کریں" صفدر نے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل"

دوسری طرف سے ایکس ٹو کی آواز ابھری اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اُس نے جلدی جلدی کافی ختم کی اور پھر ڈریسنگ روم کی طرف

چلا گیا۔ یہاں مختلف قسم کا سامانِ میک اپ موجود تھا۔ اس ہرے پر ہلکا سا میک اپ کیا۔ اور پھر ایک چھوٹا سا ڈبہ جیب کھ لیا۔ اس ڈبے میں پلاسٹک میک اپ کی تمام چیزیں موجود ۔ فلیٹ کو مقفل کر کے وہ اپنی موٹر سائیکل کی طرف بڑھ گیا جلد اس کی موٹر سائیکل عمران کے فلیٹ کی طرف بھاگی چلی جا رہی تھی۔ ڑی دیر بعد اس نے موٹر سائیکل عمران کے فلیٹ کے سامنے سڑک ے پار کھڑی کی۔ اور پھر بک سٹال پر مختلف رسالوں کی ورق گردانی میں صروف ہو گیا۔ اس کی اصل توجہ عمران کے فلیٹ پر مرکوز تھی۔

اچانک اُسے فلیٹ سے عمران باہر آتا دکھائی دیا۔ اس نے رسالہ کھا اور پھر اپنی موٹر سائیکل کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے عمران کو کار میں سوار ہوتے دیکھا۔

چند لمحوں بعد عمران کی کار ایک طرف بڑھتی چلی گئی۔

صفدر نے موٹر سائیکل تعاقب میں دوڑا دیا۔ تعاقب کا سلسلہ تقریباً بیس منٹ جاری رہا۔ پھر عمران کی کار ایک کوٹھی میں داخل ہو گئی۔

صفدر موٹر سائیکل پر آہستگی سے کوٹھی کے سامنے سے گذرا۔ گیٹ پر کمال ہمدانی اور وزیر خارجہ کا عہدہ لکھا ہوا تھا۔ صفدر نے موٹر سائیکل کارنر میں کھڑی کر دی۔

چند لمحوں بعد اُسے ایک فوکس ویگن دکھائی دی۔ ویگن درختوں کے نزدیک کھڑی ہو گئی۔ صفدر نے اس پہ کوئی توجہ نہ دی۔

عین اُسی لمحے اُسے سامنے سے پولیس جیپ آتی دکھائی دی۔ جیپ اُسی کوٹھی کے سامنے رُک گئی۔ جس میں عمران داخل ہوا تھا۔ جیپ سے دس بارہ سپاہی نکلے۔ انہی میں اُسے کیپٹن فیاض بھی دکھائی دے گئے۔ کیپٹن فیاض نے کانسٹیبلوں سے کچھ کہا۔ اور کانسٹیبل کوٹھی کے مختلف اطراف میں پھیلتے چلے گئے۔ کیپٹن فیاض گیٹ سے اندر داخل ہوا۔

دس منٹ بعد اُسے عمران کی کار باہر نکلتی دکھائی دی۔ صفدر نے جلدی سے موٹر سائیکل اسٹارٹ کی اور آگے بڑھا دی۔ عمران کی کار جونہی موڑ مڑی، صفدر چونک اٹھا۔

فوکس ویگن بھی اُسی لمحے سٹارٹ ہوئی تھی، اور عمران کے تعاقب میں چل دی تھی۔

صفدر نے موٹر سائیکل فوکس ویگن کے پیچھے ڈال دی۔ اُس نے محسوس کیا کہ عمران کو بھی تعاقب کا احساس ہو چکا ہے۔ کیونکہ اچانک عمران کی کار بالکل غیر محسوس طریقے سے تیز ہوتی چلی گئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد صفدر نے فوکس ویگن کو اصل سڑک سے ایک ذیلی سڑک پر مڑتے دیکھا۔ عمران کی کار سیدھی بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ صفدر نے ویگن کو غیر متعلق سمجھا۔ اس کا یہ خیال غلط ثابت ہوا تھا کہ

ویگن عمران کے تعاقب میں ہے۔

اچانک اُسے ایک موڑ پر ٹائروں کی زبردست چرچراہٹ سنائی دی۔

صفدر جونہی موڑ مڑا، اسی لمحے فائرنگ کی آوازیں گونج اٹھی تھیں۔ ساتھ ہی اُسے عمران کی دلدوز چیخ سنائی دی۔ اس نے یکدم موٹر سائیکل کو دائیں طرف موڑا۔ اور جھاڑیوں میں گھستا چلا گیا۔ اس کی کنپٹیاں عمران پر حملے سے بُری طرح سُلگ اٹھی تھیں۔ لیکن اس وقت اس پوزیشن میں نہیں تھا۔ کہ عمران کی کوئی مدد کرتا۔ اس نے گردن اُٹھا کر دیکھا۔ سیاہ فوکس ویگن میں سے تین مسلح آدمی نکل کر عمران کی کار کی طرف بڑھے۔ ایک نے جھٹکے سے کار کا دروازہ کھولا۔ اور پھر اندر گھس کر عمران کے بے حس و حرکت جسم کو باہر گھسیٹ لیا۔ باقی دو نے تیزی سے عمران کو اٹھایا اور تیزی سے ویگن کے عقبی حصّے کی طرف آئے۔ عقبی حصّے کا دروازہ کھولا اور دو مسلح آدمی اندر موجود نظر آئے۔ دونوں نے عمران کے جسم کو اوپر گھسیٹ لیا۔ باقی تین بھی تیزی سے اوپر چڑھ گئے۔ عقبی دروازہ دھماکے سے بند ہو گیا۔

چند لمحوں بعد ویگن کا انجن جاگ اٹھا۔ اُسی لمحے صفدر نے موٹر سائیکل سیدھی کی۔ اور پھر اسٹارٹ کر دی۔ ویگن ایک طرف بڑھتی چلی گئی۔

صفدر نے کافی فاصلہ دے کر موٹر سائیکل تعاقب میں ڈال دیا۔ یہ ایک

ذیلی سڑک تھی۔ جو کئی شاخوں میں بٹ کر مختلف دیہاتوں کی طرف جا رہی
تھی۔ جگہ جگہ فصلوں کے رقبے دُور دور تک پھیلے چلے گئے تھے۔ اس
وقت صفدر ایک پگڈنڈی پر جا رہا تھا۔ ویگن اس کے دائیں طرف کافی
فاصلے پر تھی۔ درمیان میں کھیت تھا۔ جس کی وجہ سے صفدر کو دیکھے
جانے کا اندیشہ نہیں تھا۔ اس کا بے آواز موٹر سائیکل ویگن سے قدرے
پیچھے دوڑا چلا جا رہا تھا۔ آبادی کے آثار دُور تک نہیں تھے۔ البتہ
سامنے کافی دوری پر پہاڑی سلسلہ دکھائی دے رہا تھا۔ کھیتوں کی تعداد
آگے بڑھنے کے ساتھ ساتھ کم ہوتی چلی جا رہی تھی۔ کھیتوں سے
آگے چٹیل میدان شروع ہو رہا تھا۔ میدان کی سطح ناہموار تھی۔
اونچے نیچے ٹیلے اور خود رو جھاڑیاں دُور دُور تک پھیلی ہوئی تھیں۔
کھیتوں کے ختم ہوتے ہی صفدر نے موٹر سائیکل ٹیلوں کے درمیان ڈال
دی۔ اس کے بائیں جانب ویگن ایک میل کے فاصلے پر بھاگی جا رہی
تھی۔ پہاڑی سلسلہ بے حد نزدیک آگیا۔ ویگن بائیں طرف مڑ کر پہاڑی
سلسلے کے ساتھ ساتھ بڑھنے لگی۔ صفدر بدستور پیچھے تھا۔ اچانک
اس نے ویگن کو رُکتے دیکھا۔ ویگن جس جگہ رُکی تھی۔ وہاں ایک پہاڑی
عمارت دکھائی دے رہی تھی۔

صفدر نے اپنی موٹر سائیکل گھنی جھاڑیوں میں اچھی طرح چھپا دی۔
اب اُس نے جیب سے میک اپ بکس نکالا۔ اور اُسے جرابوں میں ٹھونس

اب وہ دھیرے دھیرے جھاڑیوں کی اوٹ لیتا ویگن کی طرف بڑھنے
لگا۔ ویگن میں سے مسلح آدمی عمران کے جسم کو اٹھا کر عمارت کے گیٹ کی طرف
بڑھ رہے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ عمارت کی طرف بڑھا۔ مسلح افراد گیٹ
کراس کر کے نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے۔ عمارت کی چار دیواری
کافی اونچی تھی جس وجہ سے اندرونی عمارت مکمل طور پر دکھائی نہیں
دے رہی تھی۔

صفدر جھاڑیوں سے نکل کر گیٹ کی طرف دوڑتا چلا گیا۔ جیسے ہی
وہ ویگن کے قریب سے گذرنے لگا۔ اچانک اس پر کسی نے چھلانگ
لگا دی۔ دھکا لگنے سے صفدر سنبھل نہ سکا اور دھڑام سے زمین پر
گرا۔

اُسی لمحے اس کی پسلیوں پر بھرپور ٹھوکر پڑی۔ شدت تکلیف
سے وہ بے اختیار کراہ اُٹھا۔ پھر وہ یکدم سنبھلا اور تیزی سے ایک
طرف کروٹ بدل گیا۔ یہی لمحہ اُس کے لیے مفید ثابت ہوا۔ عین اُسی
وقت ٹھوکر اس کے چہرے کی طرف آ رہی تھی۔ کروٹ بدلنے سے
ٹھوکر اس کے کندھوں پر لگی۔ لیکن تکلیف کی پرواہ نہ کرتے ہوئے
اس نے پھرتی سے حملہ آور کی ٹانگ پکڑی۔ ٹانگ قابو میں آتے ہی
صفدر سیدھا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے اُٹھنے سے حملہ آور کی ٹانگ اوپر
اُٹھ گئی اور وہ پشت کے بل زمین پر گرا۔ اس کا سر زور سے

زمین سے ٹکرایا۔

صفدر نے دوبارہ اس کی ٹانگ اونچی کی۔ اور پھر بھرپور ٹھوکر اس کی پنڈلی پر دے ماری۔ حملہ آور ڈکرا کر رہ گیا۔ اس کے منہ سے گھٹی گھٹی بے معنی آوازیں نکلیں، عین اُسی لمحے صفدر نے اس کی ٹانگ چھوڑی اور پھر آگے بڑھ کر زوردار ٹھوکر اس کی کنپٹی پر رسید کی۔ حملہ آور کے منہ سے خون کی باریک دھار نکلی۔ اور اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔ صفدر کی فولادی ٹھوکر وہ برداشت نہیں کر سکا تھا۔ اور موت کی طرف پرواز کر گیا تھا۔ صفدر نے اس کے مردہ جسم کو اٹھایا۔ اور پھر جھاڑیوں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جھاڑیوں کے کافی اندر جا کر اُس نے ایک گڑھا تلاش کیا۔ اور لاش گڑھے میں پھینک کر اوپر سے جھاڑیاں ڈال دیں۔ اس سے فارغ ہو کر وہ دوبارہ عمارت کے گیٹ کی بڑھا۔ جو ابھی تک کھلا ہوا تھا۔

صفدر نے اندر دیکھا۔ کوئی آدمی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ تیزی سے گیٹ کراس کر کے نزدیکی جھاڑیوں میں پہنچ گیا۔ اور پھر جھاڑیوں کی اوٹ میں عمارت کے عقبی حصے کی طرف بڑھنے لگا۔ عقبی حصے میں اتفاق سے ایک دروازہ موجود تھا۔ اور اُس کی خوش قسمتی تھی کہ اس وقت وہ کھلا ہوا تھا۔ اردگرد کوئی متنفس دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ صفدر تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔ قریب پہنچ کر وہ ایک طرف

ا اور دروازے سے اندر جھانکا۔ سامنے ایک کمرہ دکھائی دے ا تھا۔ اور اس دروازے کے عین سامنے کمرے کا دروازہ تھا۔ صفدر تیزی سے اندر داخل ہو گیا۔

اور سامنے والے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازے سے باہر جھانکا۔ ایک چھوٹی سی راہداری تھی، جو اس وقت بالکل خالی تھی، صفدر راہداری میں نکل آیا۔ راہداری کے اِردگرد کوئی دروازہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ راہداری میں جونہی وہ دائیں طرف مڑا۔ اس نے دائیں جانب کے ایک کمرے سے چند آوازیں سنیں۔ وہ تیزی سے دروازے کے قریب آیا اور پھر جھک کر کی ہول سے اندر کا منظر دیکھا۔ ایک طرف عمران فرش پر پڑا دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے جسم پر جابجا خون کے دھبے دکھائی دے رہے تھے۔ لیکن وہ زندہ تھا۔

صفدر نے عمران کے جسم میں خفیف سی حرکت دیکھ کر یہ اندازہ قائم کیا تھا۔ سامنے ایک بڑی سی میز کے دوسری طرف ایک کرخت چہرے والا بھاری بھرکم آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اور اس وقت اس کی بھاری آواز

کمرے میں گونج رہی تھی۔
"اسے ہیڈ کوارٹر لے جاؤ، میں چاہتا ہوں، باس اس کے متعلق فیصلہ کرے۔ ویگن باہر موجود ہے۔ اپنے ساتھ چار مسلح آدمی لے اور ابھی روانہ ہو جاؤ۔ میں باس کو مطلع کر دوں گا"

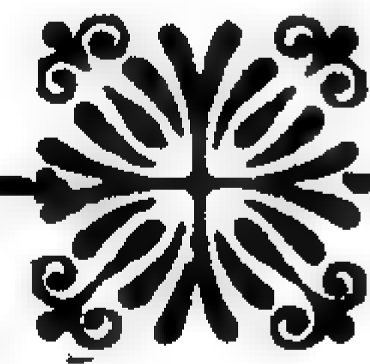
"یس سر!" ایک آدمی نے جواب دیا۔

عین اُسی لمحے صفدر کو اپنے پیچھے آہٹ سی محسوس ہوئی۔

قبل اس کے کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت کرتا۔ ایک سرد آواز اس کے حواسوں پر چھاتی چلی گئی۔

"ہاتھ اُٹھا لو، خبردار، غلط حرکت نہ کرنا"

ان الفاظ کے ساتھ ہی اُسے کمر میں ریوالور کا دباؤ محسوس ہوا صفدر کے جسم میں سنسنی کی لہریں دوڑتی چلی گئیں۔



بلیک زیرو نے طویل سانس لیتے ہوئے اخبار ایک طرف رکھ دیا۔ کمال ہمدانی کی پراسرار موت کی خبر جلی سرخیوں میں شائع ہوئی تھی۔ اور بلیک زیرو کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ کہ آخر ان کی موت کس طرح واقع ہوئی۔ عمران بذاتِ خود ان کی حفاظت

کے لیے وہاں موجود تھا۔ اس کی موجودگی میں بھی کمال ہمدانی ہلاک ہو گئے تھے۔ خبر میں بتایا گیا تھا۔ کہ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سے یہ بات واضح ہوئی ہے۔ کہ کمال ہمدانی کسی مخصوص مہلک گیس کا شکار ہوئے ہیں۔ گیس نے پھیپھڑوں کو ناکارہ کر دیا۔ اور کمال ہمدانی سانس کی آمد و رفت نارمل نہ رہنے سے ہلاک ہو گئے! یہ بات طے تھی کہ انہیں قتل کیا گیا ہے۔ اور بلیک زیرو کا ذہن اس وقت یہی سوچنے میں مصروف تھا۔ کہ آخر انہیں کس طرح قتل کیا گیا۔ پولیس بھی ان کی حفاظت کے لیے موجود تھی۔

عمران موجود تھا۔ اس کے باوجود کمال ہمدانی ہلاک کر دیئے گئے تھے۔ اور اب ان کی ہلاکت کا پس منظر صیغۂ راز میں تھا۔ بلیک زیرو نے عمران کی ہدایت کے مطابق صفدر کو ہدایات کر دی تھیں۔ کہ وہ عمران کی نگرانی کرے۔ ابھی وہ انہی سوچوں میں غرق تھا۔ کہ فون کی گھنٹی نے اُسے بُری طرح چونکا دیا۔ اُس نے رسیور اٹھا لیا۔

"یس، ایکس ٹو"

"میں ہوں سلطان" دوسری طرف سے سرسلطان کی آواز سنائی دی

"طاہر بول رہا ہوں"

"فرمائیے" بلیک زیرو نے اپنے اصل لہجے میں کہا۔

"کمال ہمدانی کے متعلق تم نے پڑھ لیا ہوگا" سرسلطان کی آواز سنائی دی۔

پریشانی آواز میں صاف مترشح تھی۔

"جی ہاں! پڑھ چکا ہوں۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔ کہ آخر کڑی نگرانی کے باوجود وزیر خارجہ صاحب کو کس طرح قتل کیا گیا۔ میں ابھی تک اس معمے کو حل نہیں کر سکا ہوں" بلیک زیرو نے الجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"کوئی خیال ہے تمہارے ذہن میں؟"

"کوئی خاص نہیں، البتہ یہ بات واضح ہے۔ کہ مجرم بین الاقوامی نوعیت کے ہیں۔ ان کے پاس ایسے وسائل موجود ہیں۔ جن کی۔ ویسے وہ اس قسم کی وارداتیں کر رہے ہیں۔ مجرم انتہائی چالاک، ہوشیار اور بااثر ہیں۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ پاکیشیا میں کوئی خفیہ تنظیم کسی خاص مقصد کے لیے سرگرم ہے۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ مجرموں سے متعلق کوئی کلیو ہمارے ہاتھ نہیں آیا۔ ان حالات میں ہم مجرموں کے خلاف مؤثر ایکشن نہیں لے سکتے"

بلیک زیرو طویل گفتگو کے بعد خاموش ہو گیا۔

دوسری طرف سے سرسلطان نے کہا۔

تمہاری باتوں میں خاصا وزن ہے، عمران کے ساتھ تبادلہ خیال کرنا مجھے یقین ہے۔ کہ مجرموں کے خلاف ایکشن کے لیے کوئی واضح پلان مرتب ہو جائے گا۔ عمران کہاں ہے۔ ابھی تک آیا نہیں؟"

"جی نہیں۔ ان کی کال بھی نہیں آئی" بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"اوکے! خدا حافظ"

"خدا حافظ" بلیک زیرو نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

عین اسی لمحے سامنے الماری پر لگا بلب جل اٹھا۔ بلیک زیرو تیزی سے الماری کی طرف بڑھا۔ اس نے الماری کھول کر ایک ٹرانسمیٹر نکالا۔ اور پھر دوبارہ اپنی جگہ آ بیٹھا۔

"یس ایکس ٹو سپیکنگ" اس نے ٹرانسمیٹر آن کرتے ہوئے مخصوص بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"سر! یہ میں ہوں صفدر" دوسری طرف سے صفدر کی آواز سنائی دی۔

"رپورٹ؟"

بلیک زیرو نے سخت لہجے میں پوچھا۔

اور صفدر حالات دہرانے لگا۔

"اس وقت تم کہاں ہو" بلیک زیرو نے پوچھا۔

"مجھے اس جگہ قید کیا گیا ہے۔ آپ کیپٹن شکیل اور چوہان کو یہاں بھیج دیں۔ پتہ میں سمجھائے دیتا ہوں" یہ کہہ کر صفدر پتہ سمجھانے لگا، اس نے عمارت کے اردگرد کا پورا محل وقوع سمجھا دیا۔ اور آخر میں کہا

"دونوں دور سے عمارت کی نگرانی کریں۔ اور حالات کے مطابق عمل کریں"

"او کے، عمران کا کیا بنا؟" بلیک زیرو نے پوچھا۔

"جناب! مجرموں کی ایک ویگن میں سے ان پر حملہ کیا گیا تھا، و

زخمی ہیں۔ اور مجرم انہیں کسی ہیڈ کوارٹر لے جانے کی بات کر رہے

" صفدر نے جواب دیا۔

"او کے، دھیان رکھنا۔ خدا حافظ"

یہ کہہ کر بلیک زیرو نے ٹرانسمیٹر آف کیا، اور پھر الماری میں رکھ
دوبارہ اپنی جگہ پر آ بیٹھا۔ میز کی دراز سے اس نے دوسرا ٹرانسمیٹ
اور کیپٹن شکیل اور چوہان کو کال کرنے لگا۔ کیپٹن شکیل سے رابطہ قائ
ہو سکا۔ اس نے چوہان کو کیپٹن نعمانی کے ساتھ جانے کا کہہ کر مزید ہد
دیں، اور صفدر کا بیان کردہ پتہ اچھی طرح اُسے سمجھا دیا۔ ابھی وہ
دیگر فارغ ہوا ہی تھا، کہ اچانک سامنے دیوار پر لگے تین بلبوں میں
سرخ رنگ کا بلب جلنے بجھنے لگا۔

وہ چونک اٹھا۔ سُرخ بلب اس بات کا اشارہ تھا، کہ کوئی شخص
دانش منزل کے گیٹ پر کھڑا ہے۔ اس نے فوراً میز کی ایک ٹانگ پر لگ
بٹن دبایا۔ سامنے ایک چھوٹی سی سکرین روشن ہو گئی۔ اسکرین پ
دانش منزل کا بیرونی گیٹ دکھائی دے رہا تھا، اور گیٹ پر کوئی شخ
ہاتھوں میں ایک چوکور ڈبہ لیے کھڑا تھا۔ اس نے اچانک ڈبہ گھما کر دانش
منزل کی چار دیواری کے اندر پھینک دیا۔ اور پھر تیز تیز چلتا ایک طر

ہو گیا۔ حتیٰ کہ اسکرین پر اوجھل ہو گیا۔ بلیک زیرو نے ایک بٹن
اور اسکرین پر چار دیواری کے اندر کا منظر دکھائی دینے لگا۔
نے بغور ڈبے کی طرف دیکھا اور پھر اسکرین آف کر کے اُٹھ کھڑا ہوا۔
نے مخصوص بلٹ پروف لباس پہنا تاکہ اگر ڈبے میں کوئی بم ہو تو زیادہ
نقصان کا احتمال نہ ہو۔ منہ پر بھی حفاظتی نقاب چڑھا کر وہ کمرے سے نکل کر
سے ہوتا ہوا۔ ڈبے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ قریب پہنچ کر۔ بصد
احتیاط ڈبہ اٹھایا اور کانوں سے لگا کر کسی قسم کی آواز سننے کی کوشش کرنے
۔ ڈبے میں سے کسی قسم کی کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔
بلیک زیرو ایک طویل سانس لیکر دوبارہ اپنے کمرے کی طرف بڑھا گیا۔
کمرے میں پہنچ کر اُسنے ڈبہ میز پر رکھا۔ اور پھر اس کے گرد لپیٹی رسی کھولنے
لگا۔ رسی کھول کر اس نے آہستگی کے ساتھ ڈبے کا ڈھکن اٹھایا۔ ڈھکن
ہٹاتے ہی اسکی آنکھیں شدّت حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔ اس کے وجود
پر ہلکی سی کپکپی طاری ہو گئی۔ ڈبے کے اندر صفدر کا کٹا ہوا سر رکھا تھا۔

دارالحکومت کے مرکزی حصے میں پاکیشیا کا سب سے بڑا اسلح…
موجود تھا۔ اس کی وسیع و عریض عمارت اس وقت اندھیرے میں ڈو…
ہوئی تھی۔ عمارت کے گرد مضبوط چار دیواری تھی جس کے اوپر کنار…
کے ساتھ ساتھ کانٹے دار تاریں لگی ہوئی تھیں۔ ان تاروں کی وج…
کوئی شخص تار پھاند کر اندر داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ چہار دیواری کے …
کونے پر ایک ایک گنبد سا بنا ہوا تھا۔ ان میں سے ہر ایک میں د…
دو مسلح پہرے دار ہمیشہ موجود رہتے تھے۔ مین گیٹ بہت بڑا تھا۔ مین…
گیٹ پر بھی چار محافظ متعد کھڑے تھے۔ سرچ لائیٹ کی روشنی کبھی کبھ…
دور دور تک روشنی بکھیرتی اور پھر بجھ جاتی۔ عمارت سے آدھ فر…
کے فاصلے پر گھنے درخت موجود تھے۔ اس وقت ان درختوں میں چار…
سائے آہستہ آہستہ اسلحے خانے کے مین گیٹ کی طرف بڑھے چلے
جا رہے تھے۔ چاروں سیاہ چست لباس میں ملبوس تھے۔
دو آدمیوں نے دو چرمی سیاہ بکس تھام رکھے تھے۔ بقیہ دو…

…ہاتھوں میں صرف برین گنیں پکڑی ہوئی تھیں۔ آہستہ آہستہ وہ
…ین گیٹ کے قریب ہوتے چلے گئے۔ مین گیٹ سے قدرے
…وہ رُکے۔ اور پھر مین گیٹ کے دائیں طرف بڑھتے چلے گئے۔
…وہ رُکے اور اس مرتبہ جونہی سرچ لائٹ کی روشنی غائب
…وہ چاروں تیزی سے دیوار کی طرف بھاگ اٹھے۔ وہ تیزی سے
… چلے جا رہے تھے۔
…لمحوں بعد وہ دیوار کے نیچے پہنچ گئے۔ دیوار کے نیچے گہرا
…اری تھا۔ ایک برین گن بردار نے لمبی برین گن دوسرے کو پکڑائی
… اپنے لباس میں ہاتھ ڈال کر ایک رسی نکال لی۔ ایک جیب سے
…ے اینکڑا برآمد کیا۔ اور اُسے رسّے کے ایک سرے کے ساتھ جوڑ
…ب اُس نے رسا ڈھیلا کیا۔ اور گھما کر اینکڑا دیوار کے اوپر تاروں
…ک دیا۔ اینکڑا تاروں میں پھنس گیا۔ رسّا پھینکنے والے نے
…سے لٹک کر تاروں کی مضبوطی کا اندازہ کیا۔ ابھی وہ اوپر چڑھتے
… تھا کہ اچانک موڑ پر قدموں کی چاپیں اس طرف بڑھتی سنائی
… چاروں بُری طرح گھبرا گئے۔
…دیوار کے ساتھ لیٹ جاؤ فوراً "
…رسے والے نے تیز لہجے میں سرگوشی کی۔ اور فوراً ہی چاروں
…ی جڑ کے ساتھ ساتھ لیٹ گئے۔ قدموں کی آوازیں دھمک پیدا

کرتی ہوئیں دھیرے دھیرے قریب آتی چلی جا رہی تھیں۔ انہوں نے اپنے سانس تک روک لیے۔ قدموں کی آوازیں اچانک انہیں بیحد قریب سنائی دیں۔ ان کے دل دھک دھک کرنے لگا۔ فوراً ہی چاپیں دور ہو چلی گئیں۔ ان کے منہ سے اطمینان بھرے سانس نکل گئے۔

چاروں نے اٹھ کر کپڑے جھاڑے۔

"جیگ! تم نے عمارت کے میکنزم کے بارے میں پوری طرح تسلّی کر لی تھی؟" ایک آدمی نے رستے والے آدمی سے پوچھا۔

"ہاں! جہاں تک میرے علم میں آیا ہے۔ تاروں میں بجلی چوبیس گھنٹے موجود رہتی ہے۔

دوسرے پہرے دار ہیں۔" جیگ نے جواب دیا۔ اور پھر یکدم چونک کر بولا۔ "ہم باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہیں۔ میں جا رہا ہوں" جیگ نے رسا تھامتے ہوئے کہا۔ اور پھر آہستہ آہستہ رستے کے ذریعے دیوار کے سرے کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کے تینوں ساتھی دم سادھے اس کی کارروائی دیکھ رہے تھے۔ جیگ نے منہ پر پلاسٹک کا ایک خول چڑھا لیا تھا۔ جس میں صرف ناک اور آنکھوں کی جگہ سوراخ تھے۔ اس کے ہاتھ میں دستانے تھے۔

وہ لمحہ بہ لمحہ اوپر چڑھتا چلا گیا۔ اس کے ساتھی اردگرد پر بھی پوری طرح نظر رکھے ہوئے تھے۔ جیگ تاروں کے قریب پہنچ گیا۔ تاروں

کے درمیان میں انتہائی کم فاصلہ برقرار رکھا گیا تھا۔ اس درمیانی فاصلے سے کوئی بھی آدمی تاروں کے درمیان سے ہو کر دوسری طرف نہیں جا سکتا تھا۔ جیگ نے دیوار میں ایک ابھری ہوئی اینٹ پر پاؤں جمائے اور پھر ایک ہاتھ سے جیب میں کچھ تلاش کرنے لگا۔ جلد ہی اس نے جیب سے ایک پلاس برآمد کیا۔ اور پھر اس نے یکدم ایک تار کاٹ دی، ایک شعلہ سا نکلا اور تار کٹتی چلی گئی۔ اب اس نے پہلی تار کے اوپر والی تار کو بھی پلاس سے کاٹ دیا۔ اور کٹی ہوئی تاروں کے سرے اردگرد پھینک کر لٹکا دیے۔ اس نے پلاس جیب میں رکھا اور پھر ایک ہی جست میں دیوار پر پہنچ گیا۔

اس نے پاؤں دوسری طرف لٹکا کر رسی ساتھیوں کی اچھال دی۔ وہ دیوار کے متوازی لٹکنے لگا۔ پھر یکدم اس نے ہاتھ چھوڑ دیے ایک ہلکا سا دھماکہ ہوا۔ نیچے کچی زمین کی وجہ سے اسے کوئی خاص چوٹ نہیں آئی۔ وہ اٹھ کر دیوار کے ساتھ لگ گیا۔

چند لمحوں بعد ایک اور ہلکا سا دھماکہ ہوا۔ اور اس کا دوسرا ساتھی بھی اس سے آملا۔ دیوار پر تیسرا آدمی نمودار ہوا۔ اس نے دونوں ڈبے ان کی طرف پھینک دیئے۔ جو دونوں نے آسانی سے کیچ کر لیے۔

تیسرے کے بعد چوتھا آدمی بھی دیوار پہ نمودار ہوا۔ اس نے سب سے پہلے رسا اس طرف پھینکا اور پھر رستے کے ذریعے لٹکتا ہوا۔ ان

سے آملا ۔

" رسہ یونہی رہنے دیں"؟ اس نے جیگ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ " کوئی حرج نہیں ۔ اس جگہ بے حد اندھیرا ہے ۔ اور رسے کا رنگ بھی سیاہ ہے ۔ اس لیے اس کے نظر آنے کا امکان نہیں "

" آؤ میرے ساتھ "۔ جیگ نے کہا ، اور وہ سامان اٹھا کر اندھیرے کی آڑ میں سامنے بنے ، بڑے بڑے چوبی کیبنوں کی طرف بڑھتے گئے ۔ چار دیواری کے اندر بہت وسیع رقبہ تھا۔ دُور دُور تک کیبنوں کی جھلک دکھائی دے رہی تھی ۔ ہر کیبن بہت بڑا تھا ۔ ان کیبنوں میں ہر قسم کا اسلحہ رکھا ہوا تھا ۔ وہ چاروں اردگرد پھرتے پہرے داروں کی نظروں سے بچتے بچاتے ایک بڑے کیبن کی طرف بڑھ رہے تھے ۔ وہ کیبن کے سامنے پہنچ گئے ۔ اس طرف مطلوبہ کیبن کا بڑا سا دروازہ دکھائی دے رہا تھا ۔ دروازے کے سامنے ایک مسلح محافظ اسٹول پر براجمان سگریٹ پھونکنے میں مصروف تھا ۔ رائفل اس کی گود میں دھری ہوئی تھی ۔ دروازے کے ایک طرف ہلکی پاور کا بلب روشن تھا ۔ جس کی روشنی صرف کیبن کے دروازے تک محدود تھی ۔ وہ چاروں اندھیرے میں کھڑے بغور محافظ کو دیکھ رہے تھے ۔

" تم لوگ یہیں ٹھہرو ۔ میں اس کا بندوبست کر کے آتا ہوں "۔ جیگ نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا اور اُس کے ساتھیوں نے سر ہلا دیے ۔ جیگ چکر کاٹ کر محافظ کے دائیں طرف پہنچ گیا ۔ اس نے آہستہ آہستہ کیبن کی دیوار کے ساتھ محافظ کے پہلو کی طرف بڑھنا شروع کیا ۔ محافظ بدستور سگریٹ پینے میں مصروف تھا ۔ جیگ آہستہ آہستہ اس کے قریب ہوتا چلا گیا ۔ قریب پہنچ کر اس نے برین گن کا دستہ اس کے سر پر دے مارا ۔ چٹاخ کی آواز کے ساتھ محافظ کا سر پھٹ گیا ۔ اس کے منہ سے بے معنی سی آوازیں نکلیں ۔ اور پھر دھڑام سے زمین پر اُلٹ گیا ۔ جیگ نے تیزی سے اس کے پیچھے سے بازوؤں میں ہاتھ ڈالا ۔ اور پھر اس کا بے ہوش جسم گھسیٹتا ہوا اپنے ساتھیوں کی طرف بڑھ گیا ۔ محافظ کا جسم قریبی گھنی جھاڑیوں میں چھپا دیا گیا ۔

"آؤ میرے ساتھ" جیگ نے تیزی سے کہا۔ اور کیبن کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے ساتھی پیچھے تھے۔ ہر کیبن ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر تھا۔ تقریباً آدھ آدھ فرلانگ کا فاصلہ تھا۔ اس لیے جیگ کو اس طرف سے بالکل اطمینان تھا کہ ان کی کاروائی کوئی نہیں دیکھ رہا۔ جیگ نے دروازے کا کنڈا ہٹایا اور پھر آہستگی کے ساتھ اس پر دباؤ ڈالا۔ دروازہ بے آواز طریقے سے کھلتا چلا گیا۔ وہ چاروں پھرتی سے اندر داخل ہو گئے۔ اندر داخل ہو کر انہوں نے دروازہ دوبارہ بند کر لیا۔

یہ ایک بہت بڑا گودام تھا۔ اندر سینکڑوں کی تعداد میں اسلحے سے بھری ہوئی پیٹیاں رکھی تھیں۔ ان میں ہر سائز کی پیٹی تھی۔ جیگ نے سیاہ بکسوں میں سے ایک بکس لیا۔ اور پھر اُسے کھول کر اندر سے ایک اور چھوٹا سا بکس نکالا۔ اور بھی بکس اندر موجود تھے۔

بکس لے کر وہ پیٹیوں کی ایک بہت بڑی ڈھیری کی طرف بڑھ گیا۔ یہ ڈھیر زمین سے چھت تک چلا گیا تھا۔ اور کیبن کے عین درمیان میں تھا۔ قریب پہنچ کر اس نے سیاہ بکس کے اُوپر لگا ایک ڈائیل مخصوص انداز میں گھمایا۔ اور پھر دو پیٹیوں کے درمیان رکھ دیا۔ اس کے بعد وہ تیزی سے واپس ہوئے۔ انہوں نے آہستگی سے دروازہ کھولا۔ اور پھر جونہی وہ دروازہ کھول کر باہر نکلے

یوں اُچھلے جیسے بیک وقت کئی بچھوؤں نے ڈس لیا ہو۔ سامنے مسلح محافظوں کا پورا دستہ کھڑا تھا۔ ان کی اسٹین گنوں کا رُخ انہی کی طرف تھا۔ ان کے حلق خشک ہونے لگے۔ موت سامنے دکھائی دے رہی تھی۔ اور ان کی حالت کسی خزاں رسیدہ پتے کی سی ہو رہی تھی۔

"ہتھیار پھینک کر ہاتھ اوپر اٹھا لو" محافظوں میں سے ایک نے سخت لہجے میں حکم دیا۔ چاروں نے لرزتے ہاتھوں سے اپنے اپنے ہتھیار پھینک دیے اور ہاتھ اوپر اٹھا لیے۔

"ہتھکڑیاں لگا دو انہیں" محافظ نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

دو آدمی آگے بڑھے، انہوں نے ہتھکڑیاں نکالیں اور پھر چاروں کے ہاتھ پشت پر ہتھکڑیوں میں جکڑ دیے گئے۔ پہلے محافظ نے انہیں ایک طرف بڑھنے کا اشارہ کیا۔ لیکن پھر یکدم رُک گیا۔

"اندر تم لوگوں نے کونسا بم رکھا ہے؟" اس نے سخت نظروں سے باری باری ان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ٹ ٹ ...... ٹائم ...... ٹائم بم" جیگ نے پژمردہ لہجے میں ہکلاتے ہوئے کہا۔ اُسے اچھی طرح علم تھا کہ اگر وہ جھوٹ بولتا تو کیبن تباہ ہو جاتا۔ اس طرح ان کی سزا میں زیادہ شدت اور سختی آ جاتی۔ یہی سوچ کر اس نے سچ سچ بتا دیا تھا۔ محافظ نے اپنے ایک

ماتحت کو اشارہ کیا اور ماتحت جیگ کی طرف بڑھ گیا۔

"بم کس جگہ رکھا ہے" جیگ نے ڈھیری کے متعلق بتا دیا۔ ماتحت تیزی سے کیبن کے اندر دوڑ گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ دوبارہ نمودار ہوا۔ اس کے ہاتھ میں سیاہ بکس موجود تھا۔

"جناب! مل گیا ہے، میں نے اسے ناکارہ کر دیا ہے" ماتحت نے جواب دیا۔

محافظوں کا سرغنہ سر ہلا کر مجرموں کی طرف متوجہ ہوا۔

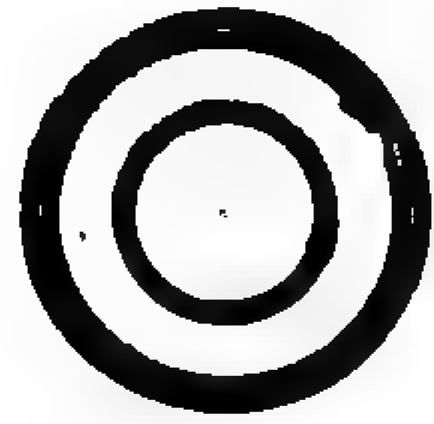
"چلو" اس نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

چاروں مسلح محافظوں کے گھیرے میں ایک طرف بڑھنے لگے انہیں پختہ عمارت کے ایک کمرے میں لے جایا گیا۔ یہاں سیکورٹی افسر کو ساری روئیداد بتائی گئی۔

"کیبن کے دروازے سے محافظ کی غیر موجودگی نے مجھے چونکا دیا" محافظوں کے سرغنہ نے بتایا۔

"میں نے آگے بڑھ کر چیک کیا۔ تو دروازے کی کنڈی کھلی نظر آئی۔ اب مجھے تشویش ہوئی، قبل اس کے کہ ہم لوگ کیبن میں داخل ہوتے یہ چاروں خود باہر آ گئے۔ یہ اسلحہ خانے کو اڑانا چاہتے تھے۔ ان کے قبضے سے کئی اقسام کے بم برآمد ہوئے ہیں" سرغنہ تفصیل بتا کر خاموش

ہو گیا۔ "او کے! انہیں قید کر دو۔ میں ذرا اوپر اطلاع کر دوں" سیکورٹی آفیسر نے کہا، اور محافظ چاروں آدمیوں کو لیکر کمرے سے نکلتے چلے گئے۔ سیکورٹی آفیسر نے ایک ٹیلی فون اپنی طرف کھسکایا۔ اور کسی کے نمبر ڈائیل کرنے لگا۔



صفدر نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔ "چلو" پیچھے سے ہٹوکا دیتے ہوئے کہا گیا۔ صفدر خاموش اس کے آگے آگے چل دیا۔ اپنے پیچھے اُسے کور کرنے والوں کی آہٹ سنائی دے رہی تھیں۔ جن سے صفدر نے اندازہ لگایا کہ ریوالور بردار اس سے دو قدم پیچھے ہے۔ دو تین موڑ مڑنے کے بعد وہ ایک دروازے کے سامنے رُک گئے۔

"دروازہ کھولو" عقب سے آواز سنائی دی۔

صفدر نے دروازہ کھولا۔

"اندر چلو" آواز دوبارہ آئی۔

صفدر اندر داخل ہو گیا۔ اس کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ بند ہونے کی آواز آئی۔

صفدر تیزی سے مڑا، دروازہ مقفل ہو چکا تھا۔ وہ ایک طویل

سانس لے کر فرش پر بیٹھ گیا۔ ادھر ریوالور بردار اس کمرے میں داخل ہو گیا۔ جہاں سے صفدر نے عمران کے متعلق گفتگو سنی تھی۔ جونہی وہ کمرے میں داخل ہوا۔

میز کے اس طرف بیٹھے آدمی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا

"کیا بات ہے جیرے"! اس نے قدرے حیرانی سے کہا۔

"آپ جب اُس زخمی قیدی کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے، تو ایک غیر متعلق آدمی دروازے کی، کی ہول سے آپ کی گفتگو سننے میں مصروف تھا۔ میں اتفاقاً ہی اس طرف آنکلا، میں نے اُسے رُوم نمبر نائن میں بند کر دیا ہے" جیرے نے تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا۔

"ہوں"

دوسرے آدمی نے ہنکارہ بھرا۔ "اُسے یہاں لے آؤ" اُس نے کہا۔ اور جیرا سر ہلا کر کمرے سے نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ صفدر کو کور کیے ہوئے اندر داخل ہوا۔

"کون ہو تم" کرخت چہرے والے آدمی نے صفدر کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

جواب میں صفدر خاموش رہا۔

"میں پوچھتا ہوں، تم کون ہو" کرخت چہرے والے نے غصے سے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "اس کی تلاشی لو جیرے، شاید کوئی

کام کی چیز مل جائے" اُس نے جیرے سے مخاطب ہو کر کہا۔

صفدر گھبرا گیا، اس کی جیب میں سیکرٹ سروس کا شناختی کارڈ موجود تھا۔ وہ پریشان ہو گیا۔ کیونکہ کسی بھی قسم کی مزاحمت نہیں کر سکتا تھا۔ کمرے میں تین اسٹین گن بردار پہلے سے موجود تھے۔ جیرے نے آگے بڑھ کر تلاشی لینی شروع کی۔ اور جلد ہی اس نے شناختی کارڈ برآمد کر کے کرخت چہرے والے کی طرف بڑھا دیا۔

کرخت چہرے والے نے بغور شناختی کارڈ کا جائزہ لیا۔ اور پھر بولا۔ "تو تمہارا تعلق سیکرٹ سروس سے ہے"

صفدر نہ بولا۔ اس کا بھانڈا پھوٹ چکا تھا۔ اس لیے اس نے کسی قسم کا جواب دینا فضول ہی سمجھا تھا۔

"اب میں ایکس ٹو کو ایک خوبصورت تحفہ روانہ کروں گا۔ میرا نام بھی ڈیرل ہے" کرخت چہرے والے نے کہا۔

"جیرے اس کا گلا کاٹ دو" ڈیرل نے جیرے کی طرف دیکھتے ہوئے خوفناک لہجے میں کہا۔

یہ سنتے ہی صفدر نے حرکت کرنے کی کوشش کی۔

لیکن اُسی لمحے کئی اسٹین گنیں اس کے جسم سے آ لگیں۔

"لے جاؤ اِسے" ڈیرل نے کہا۔

جیرا جانے کے لیے مڑا، لیکن پھر رُک کر ڈیرل سے مخاطب ہوا۔

"کیوں نہ میں اس کا میک اپ کر لوں۔ شاید اس طرح سیکرٹ سروس کے کسی مزید ممبر سے ملاقات ہو جائے۔"

"وِنڈر فل آئیڈیا۔"

ڈیرل نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

جیرا اور اس کے ساتھی صفدر کو اسٹین گنوں کی زد میں اسی کمرے میں لے آئے۔ جہاں اُسے پہلے قید کیا گیا تھا۔ اس کے آدمیوں نے صفدر کو اسٹین گنوں کی زد پر رکھ لیا۔

جیرا میک اپ کا سامان لے آیا۔ اور پھر صفدر کا میک اپ اپنے چہرے پر کرنے لگا۔ اس نے صفدر کا ایک ایک نقش اپنے چہرے پر منتقل کر لیا۔ میک اپ کے بعد اُس نے آئینہ دیکھا، وہ مکمل طور پر صفدر کے میک اپ میں آ چکا تھا۔ میک اپ کرنے کے بعد اس نے اپنے ساتھیوں کو کمرے سے جانے کا حکم دیا۔ اس کے ساتھی چپ چاپ کمرے سے نکل گئے۔ جونہی تمام آدمی کمرے سے نکلے۔

جیرا صفدر کو بے ہوش کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اسٹین گن بدستور اس کے ہاتھ میں تھی۔

صفدر اس کا ارادہ بھانپ گیا۔ چنانچہ جونہی جیرا قریب آیا۔ اس نے یک دم اُچھل کر بھرپور ٹھوکر جیرے کے پیٹ میں ماری۔

جیرا تکلیف کی شدت سے دوہرا ہو گیا۔

صفدر نے ایک قدم پیچھے ہٹایا اور پھر یکدم ایک سٹیپ آگے بڑھ کر اس نے مارشل آرٹس کے انداز میں بھرپور طریقے سے لات چلائی۔ اس کی ٹھوکر جیرے کے منہ پر پڑی۔ جیرا کسی تنکے کی طرح الٹ کر فرش پر گرا۔ اسٹین گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دُور جا کر گری۔ وہ فرش پر پڑا ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔

صفدر نے ایک لمحہ کی مہلت دیئے بغیر اس کی کنپٹی پر لات رسید کی۔ یہ ضرب کارگر ثابت ہوئی۔

جیرے کے منہ سے ہلکی سی کراہ نکلی۔ اور اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑتے چلے گئے۔

صفدر نے آگے بڑھ کر اسٹین گن اٹھا لی۔ اس نے جیرے کی جیب سے سیکرٹ سروس کا شناختی کارڈ نکال کر اپنی جیب میں ڈال لیا۔ اس کے بعد اس نے جیرے کو کندھے پر اٹھایا اور پھر راہداری میں نکل آیا۔ اُس کے چہرے پر بے پناہ اعتماد تھا۔ راہداری میں لوگ آ جا رہے تھے۔ لیکن کسی نے اس پر توجہ نہیں دی۔ انہیں علم تھا کہ صفدر کے روپ میں جیرا ہے۔ اس لیے وہ کوئی توجہ دیئے بغیر آگے بڑھ جاتے تھے۔

صفدر جیرے کے جسم کو اُٹھائے باہر صحن میں آ گیا۔ یہاں کچھ افراد موجود تھے۔ انہوں نے چونک کر صفدر کی طرف دیکھا۔ اور فوراً ہی

اسٹین گنیں تان لیں۔

صفدر رُک گیا۔ اُس نے جیرے کے لہجے میں آدمیوں کو کہا۔

"میں جیرا ہوں"۔ اس کا میک اپ میں نے اپنے چہرے پر کیا ہے" تم فوراً ایک چھرا لے آؤ۔ ڈیرل کا حکم ہے۔ اس کا گلا کاٹ دیا جائے"۔

وہ کامیابی سے جیرے کے لہجے میں تبا تا چلا گیا۔ اس کے آدمی سر ہلا کر اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ جب کہ ایک آدمی اندر چلا گیا۔

صفدر نے جیرے کے بے ہوش جسم کو زمین پر ڈال دیا۔

چند لمحوں بعد، وہی آدمی چھرا لے آیا۔ سارے آدمی صفدر کی طرف متوجہ ہو گئے۔ صفدر نے چھرے کی دھار دیکھی۔ اور پھر گھٹنوں کے بل جیرے کے قریب بیٹھ گیا۔

اس لمحے اُس کی آنکھوں میں خوفناک تاثرات تھے۔ وہ سوچ رہا تھا، اگر وہ جیرے کی جگہ یہاں پڑا ہوتا تو آج اس کا گلا کٹ گیا ہوتا۔ اس نے جیرے کی گردن مضبوطی سے پکڑی۔ اور پھر اس نے یکدم چھرا جیرے کی گردن پر پھیر دیا۔ جیرے کا جسم بُری طرح تڑپا۔

صفدر نے اس کے بال مضبوطی سے جکڑے اور چھرا گردن پر پھیرتا چلا گیا۔ خون سے بچنے کی وہ ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔ بالآخر چھرا گردن کے پار نکل گیا۔

جیرے کا بے ہوش جسم اب بھی ہچکولے لے رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس کا جسم ڈھیلا پڑتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ خفیف سی حرکت بھی اس کے جسم میں باقی نہ رہی۔

صفدر نے چھرے کی نوک سے کٹا ہوا سر، دھڑ سے پرے کیا۔ اور پھر ایک آدمی کی طرف دیکھ کر بولا۔ "اندر سے سر کے سائز کا ڈبہ لے آؤ"۔ ساتھ ڈوری بھی لانا، جلدی جاؤ"۔

ایک آدمی سر ہلا کر فوراً اندر چلا گیا۔

چند لمحوں بعد ایک ڈبہ اور ڈوری پکڑے باہر آیا۔

صفدر نے ڈبہ اور ڈوری لیکر زمین پر رکھے۔ پھر اس نے کٹا ہوا سر بالوں سے پکڑا اور اٹھا کر ڈبے میں ڈال دیا۔ اوپر سے ڈھکنا بند کر کے وہ ڈوری ڈبے پر لپیٹنے لگا۔ ڈوری باندھ کر اس نے آدمیوں سے کہا۔ اس کا جسم غائب کر دو"۔ میں ڈیرل کے پاس جا رہا ہوں"۔ صفدر نے ڈبہ اٹھا کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ اور آدمیوں نے سر ہلا دیے۔ صفدر ڈبہ پکڑ کر اندر داخل ہو گیا۔ اس کا رُخ ڈیرل کے کمرے کی طرف تھا، وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ ڈیرل موجود تھا۔

صفدر کو دیکھتے ہی ڈیرل چونک اُٹھا۔

"یہ کیا ہے"؟ اس نے ڈبے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اس میں قیدی کا سر موجود ہے"۔ صفدر نے قدرے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہوں! ویسے میک اپ شاندار کیا ہے۔"

ڈیرل نے اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

"اب اس ڈبے کو کس طرح ایکس ٹو تک پہنچایا جائے؟" صفدر نے ڈیرل کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں! یہ تو سوچنے کی بات ہے" ڈیرل نے کہا۔

چند لمحوں کے توقف کے بعد۔ وہ صفدر سے مخاطب ہوا۔

"ساحلی ہیڈ کوارٹر پر مشینوں کی نئی کھیپ آنیوالی ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ اس موقع پر تم وہاں موجود رہو۔"

کیا اسی بھیس میں جاؤ گے۔ ڈیرل نے پوچھا۔

"ہاں، میں مستقل طور پر اسی بھیس میں رہوں گا۔ شاید سیکرٹ سروس کے کسی ممبر سے ملاقات ہو جائے۔" صفدر نے وضاحت کی۔

ڈیرل سر ہلانے لگا۔

چند لمحوں بعد وہ دوبارہ بولا۔ "اپنے ساتھ تین آدمی لے جاؤ۔ اور فوراً روانہ ہو جاؤ۔"

صفدر نے پوچھا "یہ ڈبہ ایکس ٹو تک کس طرح پہنچایا جائے گا۔"

"میں ایکس ٹو کے ٹھکانے سے واقف ہوں۔ اپنے کسی آدمی کو پتہ بتا کر وہاں بھیج دوں گا۔ وہ ڈبہ اندر پھینک کر واپس آ جائے گا۔ ایکسٹو خود ڈبے کو دیکھ لے گا۔ ڈیرل نے وضاحت کی۔ اور صفدر

سر ہلا کر کمرے سے باہر نکل آیا۔ اُس نے باری باری ایک ایک آدمی کو روک کر پوچھنا شروع کیا۔

"کیا تم پہلے کبھی ساحلی ہیڈ کوارٹر میں کام کر چکے ہو؟" صفدر کو ساحلی ہیڈ کوارٹر کا علم نہیں تھا۔ اس لیے وہ چند ایسے آدمی تلاش کرنا چاہتا تھا۔ جو ساحلی ہیڈ کوارٹر کو جانتے ہوں۔ بالآخر اُسے تین مطلوبہ آدمی مل ہی گئے۔

"وہاں تک جائیں گے کیسے؟" صفدر نے ایک آدمی سے پوچھا۔

"جناب! باہر کار موجود ہے، ہم اسی میں روانہ ہو جاتے ہیں ساحلی ہیڈ کوارٹر پہنچ کر ہم میں سے کوئی ایک کار واپس یہیں لے آئے گا۔" ایک آدمی نے بتایا۔ اور صفدر سر ہلانے لگا۔

"ٹھیک ہے آؤ۔" اس نے کہا۔ اور وہ چاروں احاطے میں کھڑی کار کی طرف بڑھ گئے۔

دو آدمی پیچھے بیٹھ گئے۔ ایک نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔ اور صفدر ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

چند لمحوں بعد ان کی کار احاطے کے گیٹ سے نکل کر روانہ ہو گئی۔

صفدر نے بیک مرر میں دیکھا۔ کافی دُور اُسے لمحے بھر کے لیے ایک موٹر سائیکل کی جھلک دکھائی دی۔ اور وہ مسکرانے لگا۔

وہ سمجھ گیا تھا تنویر وغیرہ اس کی نگرانی شروع کر چکے ہیں۔

تقریباً پون گھنٹے کے سفر کے بعد، وہ لوگ ساحلی ہیڈ کوارٹر پہنچ گئے۔ سامنے سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ سمندر کے کچھ فاصلے پر، ساحل پر ایک پختہ عمارت بنی ہوئی تھی۔

ڈرائیور کار عمارت کے احاطے میں لیتا چلا گیا۔ کار لاک کر کے وہ تینوں عمارت کے اندر داخل ہو گئے۔ جونہی وہ کمرے میں داخل ہوئے اچانک کئی اسٹین گنیں ان کی طرف اٹھ گئیں۔

صفدر کے ذہن میں فوری طور پر جو خیال آیا وہ یہ تھا کہ اس کا بھانڈا پھوٹ گیا ہے۔ اس کے جسم میں ہلکا سا لرزہ طاری ہو گیا۔

اچانک سے بریک لگنے کی وجہ سے عمران کا سر خاصی قوت سے اسٹیئرنگ سے ٹکرایا، اور یہی لمحہ اس کی جان بچانے کا سبب بن گیا۔ اسٹین گنوں کی گولیاں ونڈ اسکرین کو توڑ کر رہ گئیں۔ عمران چونکہ جھکا ہوا تھا۔ اس لیے وہ گولیوں کی زد پر آنے سے محفوظ رہا تھا۔ البتہ شیشے کی کرچیاں اس کے کندھوں میں پیوست ہو گئیں تھیں۔ اور ایک کرچی اس کے سر پر گھس گئی تھی۔ رفتہ رفتہ عمران کے ہوش و حواس جاتے رہے۔ چند لمحوں بعد وہ مکمل طور پر اندھیروں میں ڈوب چکا تھا۔

نجانے کتنی دیر بعد اُسے ہوش آیا۔ ہوش میں آتے ہی چند لمحوں تک اس کا ذہن منتشر رہا۔ پھر جب وہ شعور کی منزل میں داخل ہوا، تو اُس نے اپنے جسم کو ہلکے ہلکے جھٹکے لگتے محسوس ہوئے۔ وہ آہستگی سے اُٹھ بیٹھا۔ اس نے بغور اردگرد کا جائزہ لیا۔ اور جلد ہی اُس نے

محسوس کر لیا۔ کہ وہ کسی ویگن کے عقبی حصے میں ہے۔ اندر نیم تاریکی تھی
ہر چیز سائے کی طرح دکھائی دیتی تھی۔ وہ بے آواز طریقے سے رینگتا
ہوا پچھلے دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازے کے قریب پہنچ کر اس
نے لاک کا جائزہ لیا۔ کہ وہ کس قسم کا ہے۔ یہ دیکھ کر اسے ایک گونہ اطمینان
ہوا کہ لاک عام کنڈی کی طرح تھا۔ عقبی دروازہ دو کواڑوں پر مشتمل تھا
اور دونوں کواڑوں کے درمیان مناسب درز موجود تھی۔ عمران نے
اپنی جراب میں سے ایک فولادی تار نکالا۔ اور پھر اس کے ایک سرے
کو گولائی کی شکل دینے لگا۔

چند لمحوں بعد تار کے اس سرے پر سرکل سا بن چکا تھا۔ اب عمران
نے دوسرے سرے پر ایک ہک سی بنائی۔ عمران کا مخصوص ہتھیار تیار ہو
چکا تھا۔ عمران دروازے کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔ اس نے تار کا ہک
نما ایک سرا دونوں کواڑوں کے درمیان موجود درز میں سے دوسری
طرف گذار دیا۔ اب اس نے اپنی ایک آنکھ بھی درز سے لگا دی۔ دوسری
طرف کنڈی صاف دکھائی دے رہی تھی۔ لیور کے ساتھ ایک پتری
نما چادر تھی۔ جس کے درمیان سوراخ تھا۔ یہ چادر ایک نیم گول موٹی
تار میں پھنسا ہوا تھا۔ یہ عام گھریلو کنڈی تھی۔ جو دروازے پر
لگائی جاتی ہے۔ عمران نے تار دوبارہ نکال لیا۔ اس نے تار کو تھوڑا
سا ٹیڑھا کیا۔ اور پھر دوبارہ درز میں سے گذار کر تار کا ہک نما سرا کنڈی

کے لیور کے ساتھ لگی سوراخ دار چادر کے سوراخ میں پھنسا دیا۔
اس کے بعد عمران نے آہستہ آہستہ تار کو باہر کی طرف دھکیلنا شروع
کیا۔ ایسا کرنے سے کنڈی بھی مخالف سمت میں ہو کر آہستہ آہستہ اوپر
اٹھنے لگی۔ جب چادر اوپر اٹھ کر عمران کے سامنے آگئی۔ تو عمران نے
تار کو دائیں طرف کیا ایسا کرنے سے کنڈی بائیں طرف کھسکنے لگی۔ آخر کار
کچھ دیر بعد کنڈی کھل گئی۔ عمران کے منہ سے ایک سکون بھرا سانس نکلا۔
اور تار اس نے دوبارہ اندر کھینچ کر فولڈ کر کے جیب میں رکھ لیا۔
اس کے جسم سے درد کی لپٹیں نکل رہی تھیں۔ لیکن عمران کی مضبوط قوت
ارادی اس درد کو محسوس نہیں ہونے دے رہی تھی۔

عمران نے آہستگی سے دونوں کواڑ مخالف سمت میں دھکیلے، تو
بے آواز طریقے سے کھلتے چلے گئے۔ عمران نے اپنے پاؤں پائیدان پر
رکھ دیئے۔ اور ویگن کے پیچھے لٹکنے لگا۔ اس نے پہلے ایک کواڑ بند کیا۔
اور پھر دوسرا بھی بند کر دیا۔ اب وہ بند دروازے کے پیچھے پائیدان
پر لٹکا ہوا تھا۔ اور ویگن تیز رفتاری سے منزل کی طرف دوڑی چلی جا
رہی تھی۔ ارد گرد بالکل سنسان علاقہ تھا۔

اب مسئلہ تھا کہ کسی ویگن روکنے کا۔ اس کے لیے عمران نے یہ کیا
کہ یکدم دروازے پر زور سے ہاتھ مارا۔

چند لمحوں بعد اس نے متواتر دو مرتبہ دروازہ کھٹکھٹایا۔ توقع

کے عین مطابق ، ویگن کی رفتار کم پڑنے لگی۔ جونہی ویگن بے حد آہستہ ہوئی۔ عمران نے ویگن سے چھلانگ لگائی ۔ اور پھر سنبھل کر آہستہ آہستہ ویگن کے عقب میں دوڑنے لگا۔ ویگن کی رفتار مزید کم ہوئی ۔ عمران تیزی سے ویگن کے بائیں پہلو کی طرف نکلا۔

اُسی لمحے ویگن رُک گئی۔ عمران دھیرے دھیرے ویگن کے بائیں طرف والے دروازے سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ اسی طرح کہ کوئی آدمی اُسکی جھلک نہ دیکھ سکے۔

دروازہ کھلا اور ایک آدمی کی ٹانگیں باہر نکلیں۔

عمران اُسی لمحے تیزی سے حرکت میں آیا۔ اُس نے نمودار ہونے والی دونوں ٹانگوں کو پکڑا اور ایک زور دار جھٹکا دیا۔ وہ آدمی جو ابھی اترنے ہی والا ہے۔ جھٹکے سے باہر زمین پر منہ کے بل گرا۔

عمران تیزی سے دروازے کے سامنے آیا۔

دوسرا مسلح آدمی پہلے آدمی کو گرتے دیکھ کر تیزی سے باہر نکلنے کی کوشش میں تھا۔ کہ عمران نے دونوں ہاتھوں سے اس کا سر پکڑا اور پھر دھوبی پاٹ کے انداز میں اُسے باہر اچھال دیا۔

اسٹین گن بردار کی بھیانک چیخ ویرانے میں گونجتی چلی گئی۔

ڈرائیور خالی ہاتھ تھا۔ اس لیے عمران نے اُس پر سے توجہ ہٹا کر نیچے گرے آدمیوں پر چھلانگ لگائی ۔

یہ سب آناً فاناً ہو گیا تھا۔ دوسرے آدمی کے گرنے کے دوران پہلے آدمی کو حرکت کرنے کا ذرا سا بھی موقع نہیں مل سکا تھا۔ عمران سیدھا اس آدمی پر جا پڑا۔ وہ سنبھل کر اٹھنے کی کوشش میں مصروف تھا۔ عمران پوری قوت سے اس سے ٹکرایا۔ مدِ مقابل کے منہ سے ایک چیخ خارج ہوئی۔ اور وہ دوبارہ زمین چاٹنے لگا۔

عین اُسی لمحے عمران کو پیچھے دوڑتے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ عمران نے گرتے ہوئے آدمی کی اسٹین اٹھائی۔ اور تیزی سے آوازوں کی طرف مڑا۔

دوسرا آدمی لڑکھڑاتا ہوا۔ خالی ہاتھ ایک طرف بھاگا چلا جا رہا تھا۔ عمران نے اسٹین گن سیدھی کی۔ اور پھر اس کی ٹانگوں کا نشانہ لے کر ہلکا سا برسٹ فائر کیا۔

بھاگنے والا یکدم کئی فٹ اچھلا اور پھر دھم سے زمین پر گرتا چلا گیا۔ اس کے منہ سے بُری طرح چیخیں نکلی تھیں۔ اور دونوں ہاتھوں سے ٹانگ پکڑے تڑپ رہا تھا۔

عمران مطمئن تھا کہ اب وہ بھاگنے سے معذور ہو گیا ہے۔ چنانچہ وہ گرتے ہوئے دوسرے آدمی کی طرف متوجہ ہوا۔ اور یکدم ویگن آندھی طوفان کی طرح اس پر جھپٹی۔

عمران نے صورتِ حال کا اندازہ لگاتے ہی بجلی کی طرح اپنی جگہ

سے چھلانگ لگائی ۔ اور دُور جا پڑا ۔

اس کے باوجود فضا میں ایک گھٹی گھٹی چیخ گونجتی چلی گئی ۔

عمران کی بجائے دوسرا آدمی ویگن کی زد میں آگیا تھا ۔ عمران جب تک دوبارہ سنبھلتا ، ویگن انتہائی تیز رفتاری سے گرد اور دھول میں غائب ہوگئی ۔

عمران اُٹھا اور پھر اس آدمی کی طرف بڑھا ۔ جو ویگن کے نیچے آ گیا تھا ۔ قریب پہنچ کر اُس نے دیکھا ۔ اس آدمی کا چہرہ بُری طرح مسخ ہوچکا تھا ۔ اور زندگی کی ہر رمق اس کے جسم سے خارج ہوچکی تھی

عمران ایک طویل سانس لیتے ہوئے زخمی کی طرف بڑھ گیا ۔ جب وہ زخمی کے قریب پہنچا ۔ تو چونک اُٹھا ۔ زخمی بے حس و حرکت زمین پر بے ڈھنگے انداز سے پڑا ہوا تھا ۔ عمران نے جھک کر اس کی نبض چیک کی ۔ اور ایک لمبا سانس اس کے حلق سے نکل گیا ۔

زخمی صرف بے ہوش ہوا تھا ۔ شاید درد کی زیادتی وہ برداشت نہیں کرسکا تھا ۔

عمران نے اسٹین گن ایک طرف رکھی اور پھر زمین پر بیٹھ کر واچ ٹرانسمیٹر کا ونڈ بٹن دبا دیا ۔ فوراً ہی زوں زوں کی آوازیں اُبھریں ۔ عمران نے فریکوئنسی سیٹ کی ۔ اور زوں زوں کی آواز چند لمحوں بعد معدوم ہوگئی ۔

"عمران سپیکنگ"۔ عمران نے کہا ۔

"بلیک زیرو" آپ کہاں سے بول رہے ہیں ۔ عمران صاحب اوور" دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سنائی دی ۔

"ویری بنجر سائٹ دیئر ۔ یہ جگہ تو مجھے یوں لگتی ہے ، جیسے ہیر رانجھا کی روحوں کا علاقہ ہے" عمران نے انگریزی اردو کو دھوبی پاٹ مارتے ہوئے کہا ۔

" لیکن ہیر رانجھا کے علاقہ میں آپ کا کیا کام ؟ بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے پوچھا ۔

" اماں یار ! غلط نہ سمجھو ، دشمن گھیر کے لے جارہے تھے ۔ بڑی الٹ پلٹ کے بعد بچ سکا ہوں ۔ ان کا ایک آدمی بھی ساتھ ہی لپیٹ لایا ہوں ۔ اوور" عمران نے کراہتے ہوئے کہا ۔

"حکم کیجئے اوور" ؟ بلیک زیرو نے پوچھا ۔

" کسی ممبر کو یہاں بھیج دو ۔ ہریانہ کے مضافات میں ، ایک ہی پکی سڑک ہے ۔ اور اسی سڑک سے کچھ فاصلے پر میں دھونی جمائے بیٹھا ہوں ۔ عمران نے بتایا ۔

"اوکے! میں بھیج رہا ہوں" بلیک زیرو نے کہا۔

"اوکے، خدا حافظ" عمران نے وِنڈ بٹن آف کر دیا۔

اب اُس نے اپنے زخموں کا جائزہ لیا۔ صرف ایک گولی اس کے شانے کو چیرتی ہوئی گذر گئی تھی۔ جلد پر چھوٹا سا زخم بن گیا تھا۔ دائیں شانے پر شیشوں کی کرچیاں لگی تھیں۔ اور یہی زیادہ تکلیف دے رہی تھیں۔

عمران نے ایک ایک کر کے تمام شیشے جلد سے نکال دیئے۔ آہستہ آہستہ اس کے درد میں کمی واقع ہوتی چلی گئی۔ عمران نے دُور سے دیکھ لیا کہ سفید رنگ کی کار میں خاور موجود ہے۔

خاور نے کار سڑک سے اتار کر عمران کے قریب روک دی۔

"ہیلو عمران صاحب" اس نے باہر نکلتے ہوئے خوش دلی سے کہا۔

"چھوڑو یار! ادھر ہیلو کی مشینری بند ہو گئی ہے۔

"تم ہیلو کا مسکا لگا رہے ہو" عمران نے کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

خاور ہنس پڑا۔ "آیئے" اس نے کہا۔

عمران اسٹین گن اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔ "اسے بھی پچھلی سیٹ پر ڈالو" عمران نے بے ہوش آدمی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اور خود کار کی طرف بڑھ گیا۔

خاور نے بیہوش آدمی کے بازوؤں کے نیچے سے ہاتھ ڈالے اور پھر اُسے گھسیٹتا ہوا کار تک لایا۔

عمران نے پچھلا دروازہ کھول دیا۔

خاور نے بیہوش آدمی کو پچھلی سیٹ پر ڈال دیا۔ اور پھر باہر نکل کر پچھلے دونوں دروازے بند کرتا ہوا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا۔ اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

"عمران صاحب! آپ زخمی کس طرح ہوئے" خاور نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"بس یار! غیروں کے زخم لگائے ہوئے ہیں۔ تمہیں کیا بتاؤں" عمران نے جواب دیا۔

"کچھ تو بتایئے پلیز!"

خاور نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کار پر فائرنگ ہوئی تھی۔ شیشے کی کرچیاں اور ایک عدد گولی جسم پر لگی۔ پھر میں بے ہوش ہو گیا۔ ہوش آیا تو مجرموں کی ویگن میں تھا۔ بمشکل دروازہ کھول کر فرار ہوا۔ ایک آدمی فرار ہو گیا۔ ایک مارا گیا تیسرا بے ہوش پڑا ہے" عمران نے بتایا۔ اور خاور نے سر ہلا دیا۔ کار تیزی سے شہری حدود کی طرف بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

جوزف ہوش میں آکر چند لمحوں تک ماحول کو سمجھنے سے قاصر رہا۔ رفتہ رفتہ جب اس کا شعور بیدار ہوا۔ تو وہ بری طرح چونک اٹھا۔ وہ ایک فولادی کرسی پر بندھا پڑا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ عقبی سمت میں بندھے ہوئے تھے۔ لیکن جوزف نے فوراً محسوس کر لیا تھا۔ کہ رسّی کس کے نہیں باندھی گئی۔ البتہ اس کے پیر آزاد تھے۔ اب اس نے نظریں اٹھائیں، ارد گرد ہلکا ہلکا اندھیرا طاری تھا۔ نیم تاریکی میں ایک بہت بڑا ہال نما کمرہ دکھائی دے رہے تھے۔ ہال میں چند افراد مشینوں کے گرد کام کر رہے تھے۔

عین اسی لمحے سامنے دیوار پر لگی ایک اسکرین روشن ہو گئی۔ جوزف نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ اسی لمحے ہال میں ہلکی سی روشنی پھیلتی چلی گئی۔ اب جوزف نے اسکرین سے کچھ فاصلے پر تین آدمی بیٹھے دیکھے۔ وہ تینوں اس وقت اسکرین کی طرف دیکھا۔ اور ان کی پشت جوزف کی طرف تھی۔ جوزف نے غور سے اسکرین کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ اس پر ایک نوجوان آدمی دکھائی دے

رہا تھا۔ جو کمرے میں ٹہلتے ہوئے کچھ سوچنے میں مصروف تھا۔

"کنٹرول بکس لاؤ۔" آگے بیٹھے تین آدمیوں میں سے درمیان والے نے دائیں طرف بیٹھے آدمی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

دائیں طرف والا سر ہلا کر اٹھا اور پھر ہال کے ایک دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہاتھ میں ایک سیاہ رنگ کا بکس اٹھائے اندر داخل ہوا۔ یہ بکس اس نے درمیان والے آدمی کو پکڑا دیا۔ اس آدمی نے بکس کو کھول لیا۔ وہ چونکہ جوزف کے قدرے دائیں طرف تھا۔ اور تینوں آدمیوں میں خاصا فاصلہ تھا۔ اس لیے پشت سے جوزف کو ان کے ہاتھوں کی کاروائی صاف دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے اس آدمی کو سیاہ بکس میں لگے ایک لیور کو پکڑتے دیکھا۔ اس وقت جوزف کی ساری توجہ اسکرین سے ہٹ کر ڈبے کی طرف مرکوز ہو گئی تھی۔ اس نے اس آدمی کو اسکرین کی طرف دیکھتے پایا۔ تو خود بھی اسکرین کی طرف دیکھا۔ اسکرین پر دکھائی دینے والا نوجوان آدمی بیڈ پر نیم دراز تھا۔

اس آدمی نے ڈبے کو اونچا کیا۔ منہ اس کا بدستور اسکرین کی طرف تھا پھر اچانک ہی اس نے ڈبے میں لگے لیور کو ایک طرف جھٹکے سے کھینچا۔

اسی لمحے جوزف نے اسکرین پر نوجوان آدمی کو بری طرح تڑپتے

دیکھا۔ ایک لمحہ بھی نہ گذرا تھا۔ کہ نوجوان کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی

جوزف کو زومبو کی باتیں یاد آگئیں۔ زومبو نے اُسے بتایا تھا کہ ڈیتھ اسپاٹ اس شخص کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ جسے ہلاک کرنا مقصود ہوتا ہے۔ پھر کنٹرولر مشین کے ذریعے ایک لیور دبا دیا جاتا ہے۔ ڈیتھ اسپاٹ سے شعاعیں نکل کر شکار کے جسم میں پیوست ہو جاتی ہیں۔ اور وہ ایک لمحے کے اندر اندر موت کا شکار ہو جاتا ہے

جوزف نے آج خود ڈیتھ اسپاٹ کا طریقۂ عمل دیکھ لیا تھا۔ وہ ڈیتھ اسپاٹ کا راز پوری طرح جان گیا تھا۔ اچانک اس کی سماعت سے ایک آواز ٹکرائی۔

"اوہ باس! یہ تو ہوش میں آچکا ہے"۔ آگے بیٹھے تینوں آدمی جھٹکے سے کھڑے ہو کر جوزف کی طرف گھومے۔ اسکرین آف کر دی تھی

"تو تم نے ساری کاروائی دیکھ لی" درمیان والے نے سرد لہجے میں کہا۔ اور پھر ڈبہ ساتھ والے کو پکڑا کر آہستہ آہستہ جوزف کے قریب آیا۔

"بتاؤ! تم نے کیا کچھ دیکھا" اس نے جوزف کے بالوں کو جھٹکے دیتے ہوئے کہا۔

تکلیف کی شدت سے جوزف کی کراہ نکل گئی۔

"بتاؤ" اس نے دوبارہ بالوں کو جھٹکا دیا۔ اور ایک مرتبہ پھر جوزف کراہ اٹھا۔

"مم۔۔۔ میں۔۔۔ میں ابھی ہوش میں آیا ہوں" جوزف نے سسکتے ہوئے جواب دیا۔

"تم جھوٹ بولتے ہو" اس آدمی نے غصّے میں کہا۔ اور پھر جوزف کو چھوڑ کر ایک آدمی کی طرف متوجہ ہوا۔

"کیا تم نے اسے اچھی طرح چیک کیا تھا؟" اس کا لہجہ بیحد سخت
تھا۔

"ہاں باس! یہ واقعی بے ہوش تھا" ایک آدمی نے جلدی سے کہا
اور اسی لمحے تڑاخ کی آواز کے ساتھ کمرہ گونج اٹھا۔

باس نے ایک زور دار تھپڑ بولنے والے کے چہرے پر مارا تھ
اور وہ آدمی لڑکھڑا کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا تھا۔ اس کا گال بری طر
لال ہو رہا تھا۔

"اپنی جان بچانے کے لیے جھوٹ بولنے کی کوشش کر رہے
یہ شخص یقیناً ساری کارروائی دیکھ چکا ہے۔ تم سے تو میں بعد میں نمٹوں
گا۔ پہلے اس کو فارغ کر دوں۔"

یہ کہہ کر باس دوبارہ جوزف کی طرف متوجہ ہوا۔ اس اثنا میں
جوزف پشت پر بندھے اپنے ہاتھ کھول چکا ہوا۔ اسے آنے والی
صورت حال کا اچھی طرح اندازہ ہو گیا تھا۔

باس کہہ رہا تھا" اپنے گرد اسٹین گنیں تم دیکھ ہی رہے ہو گے۔
ج نہ بولنے کی صورت میں کئی پونڈ سیسہ تمہارے جسم میں داخل ہو
ئے گا۔" بتاؤ تم سب کچھ دیکھ چکے ہو؟

جوزف خاموشی سے باس کی طرف دیکھتا رہ گیا۔ اس نے سامنے
ی اسٹین گن برداروں کو اچھی طرح تاڑ لیا تھا۔" اس کا مطلب ہے
سب کچھ دیکھ چکے ہو"

باس نے سرد لہجے میں کہا۔ اور پھر اسٹین گن برداروں کی طرف
متوجہ ہوا۔" اسے چھلنی کر دو۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی تینوں اسٹین گنیں یکدم سیدھی ہوئیں۔
اور پھر بیسوں گولیاں موت بن کر جوزف کی طرف لپکیں۔

باس کے الفاظ سنتے ہی جوزف پھرتی سے حرکت میں آیا۔ اور
وہ انتہائی تیزی سے کرسی سمیت الٹ گیا۔ گولیاں اس کے اوپر سے گذرتی
چلی گئیں۔ اس کے ساتھ ہی اس نے بھرپور قوت سے کرسی اسٹین
گن برداروں کی طرف دھکیل دی۔ کرسی فولاد کی بنی ہوئی تھی۔

چنانچہ جب وہ اسٹین گن برداروں کی ٹانگوں میں الجھی تو تینوں لڑکھڑا
گئے۔ اس کے ساتھ ہی جوزف اٹھا اور اٹھتے ہی بھرپور قوت کے
ساتھ ٹھوکر باس کے پیٹ میں ماری۔ باس بے اختیار دوہرا ہو گیا۔
جوزف پھرتی سے آگے بڑھا۔ اور پھر اس نے باس کو ہاتھوں پر

اٹھا کر زور دار طریقے سے گرتے ہوئے مسلح آدمیوں پر کھینچ مارا
یہ سب کچھ آناً فاناً میں ہو گیا تھا۔ ہال میں موجود باقی لوگ ابھی تک ا
کاروائی پر حیران ہو رہے تھے۔

جوزف نے ان کی حیرانگی سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ اور لپک
گرے ہوئے آدمیوں میں سے ایک کی اسٹین گن اٹھالی۔ اسٹین گ
اٹھاتے ہی وہ سیدھا ہوا۔ اور پھر اس نے ہال میں گولیوں کی بار
کر دی۔ ہال کئی آدمیوں کی چیخوں سے گونج اٹھا۔

جوزف نے باس کے جسم کو بھی زخمی کر دیا۔ مشینیں بھی تباہ ہو گئیں

اسی لمحے ہال میں کئی مسلح افراد داخل ہوئے۔

جوزف نے ایک کرسی کی اوٹ میں ہو کر ان پر برسٹ فائر کر دیا۔

اندر داخل ہونے والے جھومتے ہوئے فرش پر گرتے چلے گئے۔

ہال کا فرش خون سے رنگین ہوتا جا رہا تھا۔ جوزف نے پہلی اسٹین
گن پھینک کر دوسری اٹھالی۔ اور پھر تیزی سے ہال کے دروازے کی
طرف دوڑ پڑا۔ پیچھے دھڑا دھڑ مشینیں جل رہی تھیں۔ جوزف
جونہی ہال سے نکل کر راہداری میں آیا۔

اسی لمحے موڑ پر کئی افراد نمودار ہوئے۔

جوزف نے ایک گھٹنا زمین پر ٹیکا۔ اور پھر آنے والوں پر
فائرنگ کر دی۔ آنے والے بری طرح اچھلے اور پھر گرتے چلے گئے۔

جوزف تیزی سے ان کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے لاشوں میں
سے ایک کی اسٹین گن اٹھا کر پہلی وہیں پھینک دی۔ اور پھر راہداری
سے ہو کر صحن میں نکل آیا۔ یہاں بھی دو آدمی ادھر ہی بڑھتے نظر آئے۔

جوزف نے انہیں بھی ٹھنڈا کر دیا۔ اچانک اس کی نظر احاطے میں
کھڑی ایک سفید رنگ کی کار پر پڑی۔ وہ تیزی سے کار کی طرف دوڑتا
چلا گیا۔ اس نے جھٹکے سے کار کا دروازہ کھولا۔ اندر گنیشن میں چابی
لگی ہوئی تھی۔ اس نے تیزی سے کار اسٹارٹ کی اور پھر ریورس کر کے
تیزی سے گیٹ کی طرف بڑھا دی۔

اسی لمحے عقب سے فائرنگ ہوئی۔ لیکن جوزف کی کار طوفانی انداز
میں گیٹ کراس کر چکی تھی۔ اس نے گیٹ کراس کرتے ہی ایکسیلیٹر پر دباؤ
بڑھا دیا۔ ہر طرف سنسان علاقہ تھا۔ بنجر زمین دور دور تک دکھائی
دے رہی تھی۔ بنجر زمین کے درمیان ہی ایک ہموار کچی سڑک موجود
تھی۔ اس کچی سڑک پر جوزف کار کو بھگائے لیے جا رہا تھا۔ عمارت
اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ اب چھوٹے چھوٹے ٹیلوں اور
کھیتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔

اچانک جوزف کی سماعت سے ہیلی کاپٹر کی آواز ٹکرائی۔

جوزف چونک اٹھا۔ اس نے سائیڈ مرر میں دیکھا۔ لیکن ہیلی
کاپٹر دکھائی نہ دیا۔ اس نے گردن موڑ کر بیک اسکرین سے پار دیکھا۔

ہیلی کاپٹر تیزی سے اس کی طرف بڑھتا چلا آرہا تھا۔

جوزف اچھی طرح جانتا تھا۔ کہ اس ویرانے میں ہیلی کاپٹر صرف اور صرف اس کے شکار کے لیے آیا تھا۔ کار اور ہیلی کاپٹر کا درمیانی فاصلہ لمحہ بہ لمحہ کم ہوتا جا رہا تھا۔

جوزف کی کار فل سپیڈ پر تھی۔ ہیلی کاپٹر انتہائی قریب آگیا۔

اچانک جوزف نے بریکیں لگائیں۔ کار الٹتے الٹتے بچی۔ ہیلی کاپٹر کار کے یکدم رک جانے کی وجہ سے اپنی جھونک میں دور تک نکلتا چلا گیا تھا۔ اب وہ دور سے پلٹ کر دوبارہ کار کی طرف آرہا تھا۔

جوزف نے دائیں طرف کا دروازہ کھولا۔ اور پھر اسٹین گن سنبھال کر ہیلی کاپٹر کی طرف دیکھنے لگا۔ جو اب بہت قریب آچکا تھا۔ وہ انتہائی نیچی پرواز کر رہا تھا۔

جوزف نے اسٹین گن دروازے پر لٹکائی اور جونہی ہیلی کاپٹر قریب آیا۔ جوزف نے اسٹین گن چلا دی۔ گولیاں ہیلی کاپٹر کے سامنے شیشے پر لگیں۔ لیکن کچھ نقصان نہیں ہوا۔ ہیلی کاپٹر تیزی سے اوپر اٹھتا چلا گیا۔

اسی لمحے کار سے کچھ فاصلے پر ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ اور زمین کے ذرات دور دور تک اڑتے چلے گئے۔

جوزف سمجھ گیا کہ ہیلی کاپٹر سے جو بم اس کی کار پر گرایا گیا تھا۔ وہ

نشانے پر نہیں لگا تھا۔ یہ خیال آتے ہی جوزف تیزی سے کار میں سے نکلا۔ اور پھر قریبی کھیتوں کی طرف دوڑتا چلا گیا۔ ہیلی کاپٹر ایک مرتبہ پھر واپس آرہا تھا۔ ہیلی کاپٹر جونہی کار کے اوپر آیا۔ کوئی چیز کار پر گرائی گئی۔ ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکہ ہوا اور جوزف کی کار کے پرخچے اڑ گئے۔ کار کے ٹکڑے دور دور تک فضا میں اڑتے ہوئے دوبارہ زمین پر گرے۔ اب ہیلی کاپٹر کھیت کے اوپر پرواز کرنے لگا۔

جوزف سمجھ گیا کہ اسے کھیتوں میں گھستے دیکھ لیا گیا ہے۔ چنانچہ وہ آہستہ آہستہ سڑک کے متوازی، جھکے جھکے انداز میں آگے بڑھنے لگا۔ ہیلی کاپٹر ایک دوبار اس کے اوپر سے گزرا۔ وہ کھیت میں دبک کر محفوظ رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا۔

چند لمحوں بعد اس نے ہیلی کاپٹر کو واپس اسی طرف جاتے دیکھا۔ جدھر سے آیا تھا۔ جوزف ایک طویل سانس لیکر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے خالی اسٹین گن کھیت میں پھینک دی۔ اور پھر شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ کافی دیر کے بعد وہ مین روڈ پر پہنچا۔ یہاں اس نے ایک کار والے سے لفٹ لی۔ اور شہر پہنچ گیا۔ اس کے بعد اس نے ایک ریستوران کا رخ کیا۔ اسے شدت سے بھوک محسوس ہو رہی تھی۔ وہ ریستوران میں داخل ہو گیا۔ جونہی وہ میز پر بیٹھا، اچانک اس کی نظریں گھومتی ہوئیں۔

ایک طرف اٹھیں اور یکدم وہ بُری طرح چونک اُٹھا۔



"کون ہو تم لوگ؟" اسٹین گن برداروں میں سے ایک نے صفدر کی طرف دیکھتے ہوئے کرخت لہجے میں کہا۔

"یہ مسٹر جیرا ہیں۔ کیا باس نے ادھر کال نہیں کیا؟" صفدر کے ساتھیوں میں سے ایک نے جواب دیا۔

"اوہ! تو یہ مسٹر جیرا ہیں" اسٹین گن بردار نے قدرے حیرت سے کہا۔ باقی افراد نے بھی اسٹین گنیں فوراً جھکا لیں۔

"لیکن آپ میک اپ میں کیوں ہیں؟" اُس آدمی نے کہا۔

"سیکرٹ سروس کا ایک آدمی قابو میں آگیا تھا۔ اُسے ہلاک کر کے میں نے اُسی کا میک اپ دھار لیا ہے۔ اس لیے کہ شاید سیکرٹ سروس کا کوئی اور ممبر قابو میں آجائے" صفدر نے جیرے کے لہجے میں کہا۔

اور اسٹین گن بردار سر ہلا کر بولا۔

"آپ یہیں ٹھہریں، جہاز آنے پر آپ کو اطلاع کر دی جائے گی" اسٹین گن بردار یہ کہہ کر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کمرے سے نکلتا چلا گیا۔ "یہیں بیٹھ جاتے ہیں" صفدر نے کہا اور وہ سب چوبی

اسٹولوں پر بیٹھ گئے۔

تھوڑی دیر بعد ایک آدمی نے اندر آکر بتایا کہ جہاز آنے والا ہے۔ چلیں۔ وہ سب عمارت سے نکل کر ساحل پر آئے۔ یہاں ایک لانچ تیار کھڑی تھی۔ وہ سب اس میں سوار ہو گئے۔ چند لمحوں بعد لانچ اسٹارٹ ہوئی۔ اور پھر کھلے سمندر میں آگے بڑھنے لگی۔ کچھ فاصلے پر ایک بڑا سا بحری جہاز لنگر انداز تھا۔ لانچ جہاز کے قریب پہنچ کر رُک گئی۔ جہاز سے سیڑھی لگائی گئی اور وہ سیڑھی کی مدد سے جہاز کے عرشے پر پہنچ گئے۔

عرشے پر لوگ ادھر اُدھر آجا رہے تھے۔ سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ کچھ دیر گزری تھی۔ کہ اچانک صفدر کی نظریں ایک طرف مرکوز ہو گئیں۔ ایک کیبن سے دو آدمی نکلے تھے۔ ان کے کندھے پر کسی کا جسم دکھائی دے رہا تھا۔ اس کا چہرہ دوسری طرف تھا۔ اس لیے جوزف دیکھ نہ سکا۔ کہ وہ کون ہے۔ دونوں آدمی کچھ دور ریلنگ کے قریب جا کر رُک گئے۔

کسی دوسرے آدمی نے ان لوگوں کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ اس لیے صفدر نے بھی ان کے قریب جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ اس کا تجسس لوگوں میں شک پیدا کر سکتا تھا۔ اور وہ نہیں چاہتا تھا۔ کہ کسی کی نظروں میں مشکوک ہو جائے۔ چنانچہ وہ اپنے اوپر جبر کر کے وہیں کھڑا کھڑا۔ ان کی کاروائی دیکھنے میں مصروف ہو گیا۔

اب بے ہوش آدمی کو صرف ایک آدمی نے اٹھا رکھا تھا۔ دوسرے آدمی نے اپنی جیب سے ہیرے کے چھوٹے چھوٹے دو ٹکڑے نکالے، اور بے ہوش آدمی کی پتلون کی دائیں بائیں جیبوں میں دونوں ٹکڑے ڈال دیے۔

بیہوش آدمی خدوخال سے کوئی نوجوان دکھائی دیتا تھا۔ اچانک دونوں آدمیوں نے نوجوان کو ریلنگ پر لٹکایا۔

اُسی لمحے صفدر بُری طرح چونک اٹھا۔ حیرت کی زیادتی سے اس کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔ بے ہوش نوجوان بلاشک وشبہ عمران تھا۔

صفدر تیزی سے ان آدمیوں کی طرف بڑھا۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ عمران تک پہنچتا۔

اچانک دونوں آدمیوں نے عمران کا بے ہوش جسم سمندر میں پھینک دیا۔ ایک زوردار چھپاکہ ہوا۔ اور پھر رفتہ رفتہ عمران کا جسم سمندر کی لامتناہی گہرائیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

صفدر کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ لیکن اب وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ صرف اور صرف دعا۔ اُس نے دل کی گہرائیوں سے عمران کی سلامتی کی دعا مانگی۔ اور پھر تھکے تھکے قدموں سے واپس اسی طرف بڑھ گیا۔ جدھر سے آیا تھا۔

اُسے حیرت تھی۔ کہ آخر عمران یہاں تک کیسے آگیا۔ بہرحال سوچنا

فضول تھا۔ اس لیے وہ ارد گرد توجہ دینے لگا۔

اچانک لوگوں میں کھلبلی سی مچ گئی۔ پتہ چلا کہ مشینری لانے والا جہاز آرہا ہے۔

صفدر نے گھوم کر سمندر کے اُس حصے کی طرف دیکھا۔ ایک جہاز آہستہ آہستہ اس جہاز کی طرف بڑھتا چلا آرہا تھا۔ عرشے پر لوگ جلدی جلدی کام نمٹا رہے تھے۔

چند لمحوں بعد جہاز اس جہاز کے قریب آکر کھڑا ہوگیا۔ دونوں جہازوں کے درمیان ایک چوبی تختہ رکھ دیا گیا۔ دوسرے جہاز سے چند افراد اُتر کر اس جہاز پر آئے۔ خدوخال غیر ملکی تھے۔ اس جہاز کے کپتان نے گرم جوشی کے ساتھ آنے والوں سے مصافحہ کیا۔ اور پھر انہیں ساتھ لے کر کیبنوں کی طرف بڑھ گیا۔ صفدر بھی ان کے ساتھ ہولیا۔ اُسے علم تھا۔ کہ ڈبرل نے یہاں بھی جیرے کے متعلق بتا دیا ہوگا۔ اور شاید یہی وجہ تھی کہ کپتان اور دیگر لوگوں نے اس کی آمد پر کوئی بُرا اظہار نہیں کیا۔ وہ سب کپتان کے کیبن میں بیٹھ گئے۔

چند لمحوں بعد ایک آدمی کافی سرو کر گیا۔ اور وہ باتوں کے دوران کافی سپ کرنے لگے۔ کپتان نے آنے والوں میں سے ایک کو مخاطب کیا۔

"مسٹر رابنسن! کیا مشینری مکمل ہے یا ......؟"

"نہیں مسٹر کیپٹن" رانبز نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"مشینری پوری ہے، آپ اپنا اطمینان کر سکتے ہیں"

"مجھے آپ پر اعتماد ہے" مسٹر رانبز۔ کیپٹن نے کافی کی پیالی میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

اس کے بعد خاموشی سے کافی پی گئی۔ کافی کے بعد مسٹر رانبز اٹھ کھڑا ہوا۔

"مشینری کی جہاز پر منتقلی کا ہمیں خود جائزہ لینا چاہیئے۔ آیئے"

وہ سب اٹھ کر باہر نکل آئے۔ مشینری پرزوں کی صورت میں جہاز پر لائی جا رہی تھی۔ دو تین ماہرین مشینری چیک کرتے جا رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد مشینری جہاز پر منتقل ہو گئی۔ اور رانبز وغیرہ نے کیپٹن سے اجازت چاہی۔

"او کے مسٹر کیپٹن، اب ہم چلتے ہیں۔ ورنہ دیر ہو جائے گی" کیپٹن اور صفدر سے گرم جوشی کے ساتھ مصافحہ کیا گیا۔ اور پھر وہ لوگ اپنے جہاز پر چلے گئے۔

چند لمحوں بعد وہ جہاز واپس روانہ ہو گیا۔ ابھی جہاز نظروں سے اوجھل ہی ہوا تھا۔ کہ اچانک ایک سائرن کی گونج سنائی دی۔

کیپٹن نے چونک کر آواز کی سمت دیکھی۔ اور پھر اس کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات چھاتے چلے گئے۔

صفدر نے اس کو پریشان دیکھ کر پوچھا۔

"کیا بات ہے؟ آپ کچھ پریشان دکھائی دیتے ہیں"

"ہاں! بحری پولیس کی آبدوز اس طرف بڑھ رہی ہے" کیپٹن نے پریشانی سے جواب دیا۔

"کیا بچانے کے لیے ہمارے پاس کاغذات نہیں ہیں؟" صفدر نے پوچھا۔

"ہیں تو سہی، کہیں وہ لوگ چیکنگ نہ شروع کر دیں" کیپٹن نے جواب دیا۔

آبدوز پانی کی سطح پر ابھر کر جہاز کے قریب آ کر رک چکی تھی۔ آبدوز پر پاکیشیائی بحری پولیس کا مخصوص نشان موجود تھا۔ آبدوز پر پولیس کی وردی میں ملبوس چند افراد دکھائی دے رہے تھے۔

اچانک ایک پولیس افسر نے ایئر فون کے ذریعے جہاز کے کیپٹن کو مخاطب کیا۔

"جہاز کس غرض سے یہاں لنگر انداز ہوا ہے"؟ کیپٹن نے ایئر فون کے ذریعے جواب دیا۔

"ہم لوگ تجارت کا مال لیکر جا رہے ہیں"

"کاغذات موجود ہیں؟" ایئر فون سے پوچھا گیا۔

"جی ہاں! آپ چیک کر سکتے ہیں" یہ کہتے ہوئے کیپٹن کا لہجہ اعتماد

سے پر تھا۔ شاید اس کا لہجہ پولیس آفیسر کو مطمئن کر گیا۔

اُس نے فوراً کہا۔ "ٹھیک ہے، آپ لوگ جلدی سے لنگر اٹھالیں۔ زیادہ دیر رُکنے کی اجازت نہیں ہے۔" یہ کہہ کر پولیس آفیسر نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا۔

چند لمحوں بعد آبدوز سمندر کی سطح پر آگے روانہ ہو گئی۔ کیپٹن کے منہ سے اطمینان بھری سانس خارج ہو گئی۔

"بلا ٹل ہی گئی۔" صفدر نے کیپٹن کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

کیپٹن نے مسکرا کر اس کا ہاتھ دبایا۔ اور پھر کیبن کی طرف بڑھ گیا۔ صفدر، اپنے ساتھیوں کے ہمراہ لانچ پر آ گیا۔

تھوڑی دیر بعد لانچ واپس ساحل کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ساحل پر پہنچ کر وہ ساحلی عمارت کی طرف بڑھ گئے۔

صفدر سوچ رہا تھا کہ کسی طرح بحری جہاز کو تباہ کر دیا جائے۔ وہ عمارت میں پہنچ کر پہلے والے کمرے میں آ گئے۔ صفدر نے اپنے ساتھیوں سے بہانہ کیا۔ اور پھر باہر نکل آیا۔ اب اُسے ایسے کمرے کی تلاش تھی۔ جس میں اسلحہ موجود ہے۔ اُسے یقین تھا کہ ایسی جگہوں پر اسلحہ بھاری مقدار میں ضرور رکھا جاتا ہے۔ وہ سرسری انداز میں ایک ایک کمرے کو دیکھتا گیا۔ آخر کار اُسے ایک کمرہ دکھائی دے ہی دیا۔ دروازے پر تالا لگا ہوا تھا۔ اتفاق سے راہداری خالی تھی۔ صفدر نے جیب سے ایک تالا نکالا۔ اور پھر تار کی مدد سے

تالا کھولنے لگا۔

چند لمحوں بعد تالا کھل گیا۔ صفدر دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا اندر سے دروازہ اس نے بند کر لیا۔ کمرے میں اسلحے کی مخصوص بو رچی ہوئی تھی۔ اسی خوشبو کی بدولت اُس نے اسلحہ والے کمرے کا سراغ لگایا تھا۔

کمرہ اسلحے کی پیٹیوں سے بھرا ہوا تھا۔ ہر پیٹی پر متعلقہ اسلحے کا نام لکھا ہوا تھا۔

صفدر نے ہینڈ گرینیڈ کی پیٹی میں سے تین گرینیڈ نکال کر جیبوں میں ٹھونس لیے۔ اور تیزی سے کمرے سے نکل آیا۔ اُس نے دوبارہ تالا لگایا۔ اور پھر تیزی سے عمارت کے باہر آگیا۔

ساحل پر لانچ موجود تھی۔ اُس نے لانچ کے ڈرائیور سے بحری جہاز تک چلنے کے لیے کہا۔ وہ فوراً تیار ہو گیا۔ اس نے لانچ اسٹارٹ کی اور پھر تیزی سے بحری جہاز کی طرف دوڑنے لگا۔ بحری جہاز ابھی تک وہیں لنگر انداز تھا۔ جہاز پر پہنچنے پر پتہ چلا کہ جہاز میں کوئی فنی خرابی پیدا ہو گئی ہے۔

کیپٹن نے اُس کے دوبارہ آنے کی وجہ پوچھی، صفدر نے جواب دیا "دراصل میں مشینری کی اقسام دیکھنا چاہتا تھا۔ کیا اجازت ہے؟"

"ہاں! ہاں، دیکھ لو" کیپٹن نے کہا۔ اور صفدر مشینری کے

پاس جا کر اس کا جائزہ لینے لگا۔ اصل میں اس کی سمجھ میں جہاز کو تباہ کرنے کی کوئی ترکیب نہیں آ رہی تھی۔ آخر کار اس کے ایک ترکیب سوجھ ہی لی۔ اس نے کیپٹن کو جانے کا بتایا۔ اور پھر دوبارہ لانچ پر سوار ہو گیا۔ قبل اس کے کہ لانچ کا ڈرائیور لانچ اسٹارٹ کرتا۔

صفدر نے ڈرائیور کی گردن دبوچ لی۔ اس نے اس کی کنپٹی پر مکہ رسید کیا۔

ڈرائیور کے منہ سے ہلکی سی کراہ نکل گئی۔ اور اس کا جسم ڈھیلا پڑتا چلا گیا۔ وہ مکے کی ضرب سے بے ہوش ہو گیا تھا۔ اس نے ڈرائیور کو بڑی بے رحمی سے سمندر کے حوالے کر دیا۔ اور پھر لانچ اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

جہاز سے کچھ فاصلے پر پہنچ کر اس نے اپنی جیب سے پہلا گرینیڈ نکالا۔ اس کی پن ہٹائی۔ اور پھر تاک کر جہاز پر پھینک دیا۔ ساتھ ہی اس نے دوسرا گرینیڈ بھی جہاز پر اچھال دیا۔ ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ ساتھ ہی دوسرا دھماکہ ہوا۔ جہاز کے پرخچے اڑ گئے۔

اسی اثناء میں صفدر کنارے پر پہنچ کر تیزی سے عمارت کی طرف بھاگ اٹھا۔ بیچ سمندر میں جہاز کے ٹکڑوں کو زبردست آگ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ اور شعلے آسمان پر پہنچتے محسوس ہو رہے تھے۔ اُسی وقت عمارت کے گیٹ سے کئی افراد بھاگتے ہوئے باہر نکلے۔

اور سمندر کی طرف دوڑتے چلے گئے۔ صفدر بھی ان کے ساتھ ہو...
کچھ لوگ لانچ پر سوار ہو کر چلتے جہاز کی طرف روانہ ہو گئے۔ لیکن ا...
وہاں کیا تھا۔ سب لوگ واپس ہوئے۔

صفدر جونہی اپنے ساتھیوں والے کمرے میں داخل ہوا۔ اور اسی لمحے اس کے سر پر بھرپور ضرب لگی، اس کے ذہن میں اندھیرے ہی اندھیرے اترتے چلے گئے۔



عمران اپنے فلیٹ پر اتر گیا۔ خاور کو اس نے دانش منزل کی طرف روانہ کیا تھا۔ تاکہ زخمی آدمی کو وہاں پہنچایا جا سکے۔

عمران فلیٹ میں داخل ہوا۔ تو سلیمان نے بُرا سا منہ بنایا۔

"ابے! یہ منہ کیوں بسور رہا ہے" عمران نے آنکھیں گھمائیں۔

"صاحب! آپ کی وجہ سے پیسے کا ضیاع ہو رہا ہے" سلیمان نے ناگواری سے شکایت کی۔

"ضیاع! میں سمجھا نہیں" عمران نے حیرانگی سے کہا۔

"صاحب! روزانہ کھانا لانے کے لیے پیسے خرچ کرتا ہوں۔ آپ ہر وقت موجود نہیں ہوتے۔ چنانچہ سارا کھانا ضائع ہو جاتا ہے۔ اس

طرح پیسے کا ضیاع ہو رہا ہے" سلیمان نے وضاحت کی۔

"ابے تیرے پیسے" عمران نے حیرانگی سے آنکھیں گھمائیں۔ "تجھے علم ہے، تجھے پیسے کون دیتا ہے" "میرا خدا"

سلیمان نے ہاتھ اوپر اٹھاتے قلندرانہ شان سے کہا۔

"ابے او کفگیر! اپنے مجازی خدا کو کیوں بھول جاتے ہو۔ دیکھ لے! خدا مجھے پیسہ دیتا ہے۔ اور میں تمہیں، پھر درمیانی کڑی کو کیوں بھول جاتے ہو" عمران نے کہا۔

"دیکھئے، دیکھئے" سلیمان نے تیزی سے کہا۔

"آپ زبردستی مجھے بیوی کا درجہ دے رہے ہیں۔ اور یہ میں برداشت نہیں کر سکتا۔ میں آپ کو جرمانہ کروں گا" سلیمان کا لہجہ فیصلہ کن ہو گیا۔

"میں تمہارے پیسے کے ضیاع کا مطلب اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ تم چاہتے ہو کہ کھانے پر جو پیسے خرچ ہوتے ہیں۔ وہ اپنے کھیسے میں ڈالتے جائیں۔ کیونکہ میں تو ہر وقت موجود نہیں ہوتا۔ نہ ٹپیا نہ، یہ ناممکن ہے"

عمران نے ہاتھ نچاتے ہوئے کہا۔

سلیمان چپ ہو گیا۔

عمران نے کھڑے کھڑے اس کا نفسیاتی تجزیہ جو کر دیا تھا "چا بچے! چائے لا میرے لیے، جا شاباش" عمران نے اسے پچکارتے ہوئے

کہا اور سلیمان برا سا منہ بنائے کچن کی طرف بڑھ گیا۔

عمران زیرِ لب مسکرایا۔ اور اپنے پرائیویٹ روم میں جا گھسا۔ اس نے ایکسٹو والا مخصوص ٹیلی فون اپنی طرف سرکایا۔ اور پھر بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کرنے لگا۔ جلد ہی سلسلہ مل گیا۔

"بلیک زیرو بول رہا ہوں جناب" دوسری طرف سے بلیک زیرو کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"عمران" عمران نے دھیرے سے کہا۔ اور پھر دوبارہ بولا۔

"قیدی پہنچ گیا تھا"

"جی ہاں! اسپیشل روم میں بند ہے" بلیک زیرو نے جواب دیا۔

ٹھیک ہے۔ میں آ رہا ہوں" عمران نے کہا اور ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اور لباس تبدیل گیا

اسی دوران سلیمان نے چائے لا کر رکھ دی۔ اور واپس چلا گیا۔

عمران نے جلدی جلدی چائے پی۔ اور پھر باہر نکل آیا۔

چند لمحوں بعد اس کی ٹوسیٹر دانش منزل کی طرف دوڑی چلی جا رہی تھی۔ عمران دانش منزل پہنچ کر بلیک زیرو سے ملا۔ اور اسے وہیں ٹھہرنے کا کہہ کر میک اپ روم میں گھستا چلا گیا۔ اس نے معمولی لیکن جدید قسم کا میک اپ چہرے پر کیا اور دوبارہ

بلیک زیرو کے پاس آیا۔ "چلیں قیدی کے پاس" عمران نے بلیک زیرو نے سر ہلا دیا۔ دونوں اسپیشل روم کی جانب میں بڑھنے لگے۔

بلیک زیرو نے اسپیشل روم کے سامنے رک کر دیوار پر مخصوص انداز میں ہاتھ پھیرا۔

چند لمحوں بعد سلائیڈنگ ڈور دیوار میں ایک طرف دھنستا چلا گیا۔ وہ دونوں اندر داخل ہوئے۔ سامنے دائیں بائیں دیوار کے درمیان ایک شیشے کی دیوار حائل تھی۔ اور اس شیشے کی دیوار کے عقب میں قیدی فرش پر گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھا تھا۔

عمران نے اُسے آواز دی۔

قیدی چونک کر اُٹھا اور پھر تیزی سے ان کی طرف بڑھا۔ "آخر مجھے یہاں کس لیے قید رکھا گیا ہے" قیدی نے شیشے کی دیوار پر ٹھوکر مار کر کہا

"آرام سے سامنے بیٹھے رہو اور جو کچھ ہم پوچھیں۔ صحیح صحیح اس کا جواب دینا۔ ورنہ دوسری صورت میں تم ہمیشہ کے لیے یہیں بھوکے پیاسے جان کی فکر میں مبتلا رہو گے۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔ اور قیدی دوبارہ فرش پر بیٹھ گیا۔

"ہاں تو سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ تمہارا نام کیا ہے" عمران نے

پوچھا۔

"دلاور" قیدی نے تھکے تھکے لہجے میں جواب دیا۔

"مجھے کہاں لے جایا جا رہا تھا؟"

"مشرقی ساحل پر ان لوگوں کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ تمہیں وہیں لے جایا جا رہا تھا" قیدی نے بتایا۔

"تم لوگوں کا اصل ہیڈ کوارٹر کہاں ہے؟"

"اس کا مجھے علم نہیں"

"ہوں" عمران نے ہنکارہ بھرا۔ "بلیک زیرو! میں ساحلی ہیڈ کوارٹر جا رہا ہوں۔ قیدی کا خیال رکھنا۔ مزید پوچھ گچھ کے لیے مفید ثابت ہو سکتا ہے" عمران نے اسپیشل روم سے باہر آ کر کہا۔ دونوں کمرہ نشست میں آ گئے۔

بلیک زیرو نے ایک ڈبہ عمران کے سامنے لا کر رکھ دیا۔

"یہ کیا ہے" عمران نے پوچھا اور ڈبہ کھول دیا۔ ڈبہ کھلتے ہی وہ بری طرح چونک اٹھا۔

صفدر کا کٹا ہوا سر اس کے لیے شدید حیرانگی کا باعث بنا تھا۔

"یہ کیا،

کیا واقعی صفدر کے ساتھ ایسا ہو سکتا ہے؟" عمران نے بلیک زیرو کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"صفدر زندہ ہے، اس کی کال آئی تھی۔ لیکن سر والے مسئلے پر میں توجہ نہیں دے سکا" بلیک زیرو نے جواب دیا۔

عمران نے چند لمحوں تک کچھ سوچا اور پھر بلیک زیرو سے مخاطب ہوا

"کاربن ایمونیا لے آؤ" بلیک زیرو تیزی سے ساتھ والے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ ہاتھوں میں کاربن ایمونیا کی شیشی پکڑے نمودار ہوا۔

عمران نے صفدر کا کٹا ہوا سر نکال کر میز پر رکھا۔ اور پھر اسے کاربن ایمونیا کے محلول سے بھگو دیا۔ چند لمحوں بعد چہرے کو ایک کپڑے سے صاف کیا گیا۔ نیچے سے صفدر کی بجائے ایک اور آدمی کا چہرہ نمودار ہوا۔ اور وہ طویل سانس لیکر رہ گئے۔

اصل چہرے پر صفدر کا میک اپ کیا گیا تھا۔ "میرا خیال ہے" صفدر نے یہ حرکت کی ہے۔ ہو سکتا ہے۔ وہ اب اسی کے روپ میں مجرموں میں گھل چکا ہو" بلیک زیرو نے کہا۔ اور عمران نے سر ہلا دیا۔

"اسے کہیں پھینک دینا۔ میں فی الفور ساحلی ہیڈ کوارٹر کی طرف روانہ ہو رہا ہوں۔ میرے جانے کے بعد چوہان، صدیقی وغیرہ کو بھی اس طرف بھیج دینا۔ خدا حافظ"

یہ کہہ کر عمران تیزی سے نکل گیا۔

چند لمحوں بعد اسکی کار تیز رفتاری سے ساحلی ہیڈ کوارٹر کی طرف اڑی جارہی تھی ۔ مشرقی ساحل دارلحکومت کے انتہائی سرے پر واقع تھا ۔ ساحل سے قدرے فاصلے پر پہاڑی سلسلہ تھا ۔ ساحل پر بحری پولیس کا ہیڈکوارٹر موجود ہوتا تھا ۔ لیکن علاقے کی ویرانی کے بعد وہ ہیڈکوارٹر کی عمارت سنسان ہوگئی تھی ۔

عمران کا اندازہ تھا کہ مجرموں نے اسی عمارت کو اپنے ہیڈکوارٹر کی شکل دے رکھی ہوگی ۔ کافی دیر سفر کے بعد ، عمران کی کار ساحل کے قریب پہنچ گئی ۔ عمران نے کار کو گھنی جھاڑیوں میں چھپا دیا ۔ اور پھر تیزی سے عمارت کی طرف بڑھنے لگا ۔ وہ چکر کاٹ کر عمارت کی پشت پر پہنچ گیا ۔ پشتی دیوار زیادہ اونچی نہیں تھی ۔ عمران نے اچھل کر دیوار پر ہاتھ ٹکائے ۔ اور پھر دیوار پر چڑھنے لگا ۔

عین اسی لمحے عقب سے آہٹ سنائی دی ۔ عمران چونک کر مڑا ، اور اسی وقت اس کے سر پر زوردار ضرب پڑی ۔ اسٹین گن کا بھرپور دستہ اس کے سر کو بری طرح جھنجھا گیا ۔ اس نے سنبھلنے کی کوشش کی ، مگر دماغ کی قوت کمزور پڑتی چلی گئی ۔ وہ دھڑام سے زمین پر گرا ۔ وہ بے ہوش ہوچکا تھا ۔

دوبارہ ہوش آنے پر اس نے اپنے آپ کو ایک چھوٹی سی کوٹھری میں پایا ۔ اس کے سر میں ابھی تک ہلکا ہلکا درد ہو رہا تھا ۔ اس نے کوٹھری کا جائزہ لینا شروع کیا ۔ کوٹھری میں کوئی روشندان نہیں تھا ۔ صرف سامنے ایک

دروازہ دکھائی دے رہا تھا ۔ جو ظاہر ہے ، مقفل رہا ہوگا ۔ وہ آہستگی سے اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھا ۔ جلد ہی اس نے دروازے میں ایک باریک سی درز تلاش کرلی ۔ اس نے درازے سے آنکھ لگا کر دوسری طرف جھانکا ۔ راہداری میں دو مسلح آدمی کھڑے باتوں میں مصروف تھے ۔ عمران نے یک بیک دروازہ کھٹکایا ۔

فوراً ہی دوسری طرف سے ناگوار لہجے میں پوچھا گیا ۔

"کیا بات ہے ، کیوں شور مچا رہے ہو ؟"

"پلیز ! تھوڑی دیر کے لیے اندر آکر میری بات سن لو ۔ مجھ سے ہلا تک نہیں جاتا ۔ عمران نے دروازے سے قدرے پیچھے ہٹ کر درد بھری آواز میں کہا ۔ اور ساتھ ہی کراہنے لگا ۔

چند لمحوں بعد باہر سے کھٹ پٹ کی آوازیں آنے لگیں ۔ عمران سمجھ گیا ۔ کہ وہ لوگ دروازہ کھول رہے ہیں ۔ وہ تیار ہو گیا ۔

جونہی دروازہ کھول کر پہلا آدمی کمرے میں داخل ہونے لگا ۔ عمران نے بجلی کی سی تیزی سے چھلانگ لگائی ۔ اور اس کی بھرپور فلائنگ کک آنے والے کے سینے پر پڑی ۔

وہ آدمی الٹ کر دروازے سے باہر کھڑے آدمی سے ٹکرایا ۔ وہ دونوں لڑکھڑا کر فرش پر گرتے چلے گئے ۔ عمران تیزی سے ان کے قریب پہنچ گیا ۔ اس نے جھٹکے سے پہلے آدمی کے ہاتھ سے اسٹین گن چھین لی ۔

اور پھرتی سے اس کا بٹ گرے ہوئے آدمی کے سر میں دے مارا۔
اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکلی اور وہ بے ہوش ہو گیا۔

دوسرا آدمی تیزی سے اُٹھا۔

عمران نے وہیں کھڑے کھڑے ٹانگ اُٹھا کر اُس کے پیٹ میں دے ماری۔ درد کی شدت سے وہ آدمی بے اختیار دہرا ہوتا چلا گیا۔ اچانک اس کے منہ سے ایک زوردار چیخ نکلی۔ چیخ گونجتے ہی دائیں بائیں سے کئی مسلح افراد دوڑتے ہوئے اس طرف آئے۔

عمران کو ہلنے کا موقع تک نہیں مل سکا تھا۔ کئی اسٹین گنیں اس کی طرف اُٹھ گئیں۔

"اسے باس کے پاس لے چلو" ایک نے کہا۔ اور چار اسٹین گن بردار عمران کو کور کیے ایک طرف بڑھ گئے۔ ایک راہداری کراس کر کے وہ ایک دروازے کے سامنے پہنچ کر رُک گئے۔

ایک آدمی نے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی۔

فوراً ہی اندر سے آواز آئی "کم ان"۔

وہ چاروں عمران کو لیے کمرے میں داخل ہوئے۔ سامنے ایک صوفے پر گنجا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کرخت چہرہ عمران کی طرف گھماتے ہوئے پوچھا۔

"یہ کون ہے؟"

"باس" ایک آدمی نے جواب دیا۔

"یہ جاسوسی کر رہا تھا، اسے ایک کوٹھڑی میں قید کر دیا گیا۔ لیکن یہ وہاں سے کسی طرح باہر نکلا اور اس نے ہمارے دو آدمیوں کو شدید زخمی کر دیا۔ اتفاقاً ہم نے ایک آدمی کی چیخ سن لی۔ چنانچہ اسے قابو میں کر لیا۔ اب آپ بتائیں اس کا کیا کیا جائے"؟

جواب میں گنجے نے ہاتھ اٹھایا اور اُسی لمحے عمران کے سر پر زوردار ضرب پڑی۔ اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

"اسے سمندر میں غرق کر دو" گنجے نے سرد لہجے میں اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔ اور چاروں عمران کا بے ہوش جسم اُٹھا کر کمرے سے نکلتے چلے گئے۔ وہ چاروں ساحل پر آئے۔

یہاں سمندر میں ایک لانچ پڑی تھی۔ وہ چاروں لانچ میں بیٹھ گئے۔ اور لانچ بیچ سمندر میں کھڑے بحری جہاز کی طرف بڑھنے لگی۔

بحری جہاز سے سیڑھی لگائی گئی۔ اور چاروں میں سے دو افراد اس کے ذریعے عمران کو اوپر لے گئے۔ لانچ بقیہ دو آدمیوں کو لیکر واپس روانہ ہو گئی۔

دونوں عمران کا بے ہوش جسم اٹھائے ایک کیبن کی طرف بڑھ گئے۔ عرشہ پر کام کرنے والوں نے لمحہ بھر کے لیے ان کی طرف دیکھا اور دوبارہ اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ عمران کو ایک

کیبن میں ڈال دیا گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں دوبارہ کیبن کی طرف بڑھ گئے۔ اور
کا بے ہوش جسم اٹھا کر ریلنگ پر لٹکا دیا گیا۔ اب ایک آدمی نے جیب سے
کے دو ٹکڑے نکالے اور عمران کی جیبوں میں ڈال دیے تاکہ پانی
عمران کا وزن بڑھ جائے۔

اب ان دونوں نے عمران کا جسم پکڑا، اور پھر جھٹکے سے دوسری طرف سمندر میں الٹ دیا۔ ایک زور دار چھپاکا ہوا۔ اور عمران کا جسم پانی کی لامتناہی گہرائیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ اس کا جسم آہستہ آہستہ تہہ کی طرف بڑھتا گیا۔ سانس رکنے کی وجہ سے، اچانک عمران کے پھیپھڑوں نے اسے بیدار کر دیا۔

عمران کو سانس لینے میں دشواری محسوس ہوئی۔ تو اس کے سارے حواس یکدم کام کرنے لگے۔ اس نے تیزی سے صورتِ حال سمجھی پھر یکدم اس نے یوگا کی مشق کے ذریعے اپنا سانس روک لیا۔ اس کے لیے اس نے سینہ پھلایا۔ اور پھر اس کا سارا جسم سخت پڑتا چلا گیا۔ اس کے بعد اس نے سانس روک لی تھی۔ اسی انداز میں اس نے اوپر سمندر کی سطح کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ لیکن اس کے اوپر بڑھنے میں کوئی چیز مزاحم ہو رہی تھی۔ اس نے جیبوں میں ہاتھ ڈال کر دونوں فولادی ٹکڑے

نکالے اور پھر پانی میں پھینک دیئے۔ اُسے اپنے وزن میں ایک گُنا کمی محسوس ہوئی۔ عمران تیزی سے سطح کی طرف بڑھنے لگا۔

اُسی لمحے اس کے کانوں میں ایک زوردار دھماکے کی آواز پڑی اردگرد کا پانی بُری طرح لرز اٹھا۔

عمران سطح آب پر آ گیا۔ اس نے سب سے پہلے تازہ ہوا پھیپھڑوں میں بھری۔ تو اسے بے پناہ سکون کا احساس ہوا۔ نجانے کب تک وہ سانس روکے رہا تھا۔ اس نے دُور سمندر کی سطح پر شعلے بلند ہوتے دیکھے وہ تیزی سے ساحل کی طرف بڑھنے لگا۔ رفتہ رفتہ وہ ساحل سے قریب تر ہوتا چلا گیا۔ آخر کار اس نے کنارے کو چھُو لیا۔ وہ تیزی سے کنارے پر آیا۔ اور قریبی جھاڑیوں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جھاڑیوں کی اوٹ میں وہ آہستہ آہستہ عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔ جلد ہی وہ عمارت تک پہنچ گیا اُسے پشت کے حصے کی طرف ایک اسٹین گن بردار سگریٹ پیتا دکھائی دیا۔ اور عمران دبے قدموں اس کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

عمران چھوٹا سا چکر کاٹ کر مسلح آدمی کے عقب میں پہنچا۔ اور پھر اُس نے یکدم کھڑی ہتھیلی کا وار اُسکی گردن پر کیا۔ چٹاخ کی آواز کے ساتھ اس آدمی کا منکا ٹوٹنے کی آواز سنائی دی۔ وہ لہراتا ہوا نیچے زمین پر گرتا چلا گیا۔

عمران جانتا تھا کہ اب وہ تا قیامت نہیں اٹھ سکتا۔ عمران نے اس کی

اسٹین گن اپنے کپڑوں میں ڈال کر چھپا لی۔ اور پھر تیزی سے اس پائپ کی طرف بڑھ گیا۔ جو اوپر چھت تک چلا گیا تھا۔

چند لمحوں بعد وہ چھت پر تھا۔ چھت کے درمیان ایک منڈیر بنی ہوئی تھی۔ قریب پہنچنے پر عمران نے دیکھا۔ کہ منڈیر کے ساتھ سیڑھیاں نیچے جا رہی ہیں۔ عمران نے نیچے جھانک کر کسی کی موجودگی کا اطمینان کیا۔ اور عمران تیزی سے سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ سیڑھیوں کا اختتام ایک چھوٹے سے کمرے میں ہوا۔ کمرہ کاٹھ کباڑ سے بھرا ہوا تھا۔

عمران کمرے کے دروازے کے پاس آیا۔ اور پھر آہستہ سے دروازے کو دھکیلا۔ دروازہ بغیر کسی آواز کے کھُلتا چلا گیا۔ عمران باہر راہداری میں نکل آیا۔ راہداری میں چلتے ہوئے اچانک عمران کو ایک کمرے کے سامنے ٹھٹھک کر رک جانا پڑا۔ اس نے کمرے سے آنیوالی اسلحے کی مخصوص بُو محسوس کر لی تھی۔ کمرے کے دروازے پر قفل دکھائی دے رہا تھا۔ عمران نے جیب سے تار نکالا۔ اور تار کو قفل میں ڈال کر دو تین جھٹکے دیئے۔ قفل کھُل گیا۔ عمران تیزی سے کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس نے ہینڈ گرنیڈ کی پیٹی میں سے تین گرنیڈ نکال کر جیبوں میں ڈال لیے۔ اور پھر تیزی سے باہر نکل آیا۔ اس نے قفل دوبارہ اسی طرح لگا دیا۔ اور پھر آگے بڑھنے لگا۔ وہ صحن میں آیا۔

اسی لمحے ہیلی کاپٹر کی گڑگڑاہٹ گونجی۔ عمران نے چونک کر آواز کی

سمت دیکھا۔ اور اُسی وقت ایک ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہوتا چلا گیا۔ اور پھر انتہائی تیز رفتاری سے ایک طرف بڑھتا چلا گیا۔ اچانک اس کی نظر گیٹ کی طرف پڑی۔ اور وہ بے اختیار چونک اُٹھا۔ ساتھ ہی وہ تیزی سے ایک ستون کی آڑ میں ہو گیا۔ اور گیٹ کی طرف نظریں مرکوز کر دیں۔

گیٹ سے پانچ اسٹین گن بردار صدیقی اور چوہان کو کور کیے اسی طرف بڑھ رہے تھے۔ وہ لوگ اس کے قریب ہو کر راہداری میں داخل ہو گئے۔ عمران تیزی سے راہداری کے سرے پر آ کر ان کی طرف دیکھنے لگا۔

اچانک ہی صدیقی اور چوہان پلٹے۔ ان کے بھرپور مکے دو اسٹین گن برداروں کے جبڑوں پر پڑے۔ ساتھ ہی انہوں نے ان کی اسٹین گنوں پر ہاتھ ڈال دیئے۔

اب عمران بھی تیزی سے ان کی طرف بڑھا۔ اس نے جاتے ہی تیسرے آدمی کی پشت پر لات جمائی۔ وہ آدمی منہ کے بل زمین پر گرا۔ عمران نے اس کی پسلیوں میں بھرپور ٹھوکر جمائی۔ اور پھر جھک کر اسکی اسٹین گن چھین لی۔ ادھر صدیقی اور چوہان نے اپنے مدِمقابلوں کو بے ہوش کر کے اسٹین گنوں پر قبضہ کر لیا۔

"انہیں اس کمرے میں ڈال دیتے ہیں"۔ عمران نے کہا۔ اور صدیقی وغیرہ چونک اُٹھے۔

"عمران صاحب آپ.....!"

عمران کے چہرے پر میک اپ تھا۔ اس لیے فوری طور پر وہ عمران کو پہچان نہیں سکے تھے۔

"ہاں میں! جلدی کرو ایسا نہ ہو کوئی ادھر آ نکلے"۔ قریبی کمرے کا دروازہ کھول کر تینوں بے ہوش آدمیوں کو کمرے میں ڈال دیا گیا۔

اسی لمحے انہیں ملحقہ کمرے سے چند آوازیں سنائی دیں۔ عمران نے صدیقی کو اشارہ کیا صدیقی سر ہلا کر دروازے کی طرف بڑھا۔ اور دروازہ اندر سے بند کر دیا۔

عمران وغیرہ نے ایک میز ملحقہ کمرے کی دیوار کے ساتھ لگا دی۔ دیوار میں ایک چھوٹا سا روشندان موجود تھا۔ اور اس میں سے دوسرے کمرے میں ہونے والی بات چیت سنائی دے رہی تھی۔

عمران نے میز پر چڑھ کر روشندان سے دوسری طرف جھانکا۔ اور پھر چونک پڑا۔ دوسرے کمرے میں ایک کرسی پر صفدر بندھا ہوا تھا۔ اور اس کے سامنے چار مسلح افراد کھڑے تھے۔

اس وقت ان میں سے ایک آدمی کہہ رہا تھا۔ "سچ سچ بتاؤ جہاز کو تم نے اڑایا ہے؟"

"میں کہہ چکا ہوں مجھے جہاز کی تباہی کا کچھ علم نہیں" صفدر نے اطمینان سے جواب دیا۔

"تم بکواس کرتے ہو" اس آدمی نے غصے سے کہا۔

"اور تم بحث کر رہے ہو" صفدر نے جواباً کہا۔

"زیادہ چڑھ کے بولوگے تو قیمہ ہو جاؤ گے" پہلے آدمی نے اسٹین گن کو حرکت دیتے ہوئے کہا۔

"اچھا! چلو مجھے صرف یہ بتا دو کہ آخر تم لوگوں کو مجھ پر شُبہ کس بنا پر ہوا؟" صفدر نے پُوچھا۔

"تمہارے ساتھی کا کہنا ہے کہ جہاز کی تباہی کے وقت تم ان کے پاس نہیں تھے۔ بلکہ کافی دیر پہلے کہیں غائب ہو گئے تھے"

"اوہ! تو یہ بات ہے" صفدر کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! اور یہ بات تمہارے خلاف جاتی ہے" اسٹین گن بردار نے کہا۔

جواب میں صفدر نے خاموشی اختیار کر لی۔

پہلے آدمی نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا۔ اور انہوں نے اپنی اسٹین گنیں صفدر کی طرف تان لیں۔

عمران نے اپنی اسٹین گن روشندان سے نکال کر چاروں آدمیوں کو نشانے پر رکھ لیا۔

اسی لمحے آواز گونجی۔ "فائر۔۔۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی کمرہ تڑ تڑ کی آوازوں سے گونج اُٹھا۔

فائر کی آواز سنتے ہی عمران نے چاروں آدمیوں کو اپنی اسٹین گن پر

پر رکھ لیا تھا۔ پہلا ہی برسٹ کافی ثابت ہوا۔ چاروں آدمی بُری طرح اچھلے، لرزے اور پھر زمین پر گرتے چلے گئے۔

صفدر حیرت سے روشندان میں موجود نال کی طرف دیکھنے لگا۔

اور وہ پھر یکدم کرسی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے بندھے ہاتھ کھُل چکے تھے۔ اور رسیاں فرش پر پڑی ہوئی تھیں۔

"صفدر! اس کمرے میں آ جاؤ" عمران نے کہا۔

صفدر لمحہ بھر کے لیے چونکا۔ اور پھر اس نے تیزی سے ایک آدمی کی اسٹین گن اٹھالی۔

چند لمحوں بعد وہ عمران وغیرہ کے پاس کھڑا تھا۔

"ہمیں فوراً یہاں سے نکل جانے کی کوشش کرنی چاہیئے" صفدر نے عمران وغیرہ سے مخاطب ہو کر کہا

"تو پھر چلو" عمران نے کہا۔ اور وہ چاروں احتیاط سے راہداری میں نکل آئے۔ صفدر ادھر اُدھر دیکھتا جا رہا تھا۔

چند لمحوں بعد وہ صحن میں پہنچ گئے۔ عین اُسی لمحے عمارت کے اندر سے بے شمار بھاگتے قدموں کی آوازیں اس طرف بڑھتی سنائی دیں۔

عمران اور بقیہ لوگ تیزی سے احاطے کی طرف بھاگ اُٹھے۔ عمران نے دوڑتے دوڑتے جیب سے ایک گرنیڈ نکالا۔ اور اس کی پن ہٹا کر صحن کی طرف اچھال دیا۔ اُسی وقت صحن میں کئی مسلح افراد صحن میں نمودار

ہوئے۔ اسی لمحے گرینیڈ ان پر پڑا۔ ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ فضا میں انسانی چیخیں گونجتی چلی گئیں۔ آنے والوں کے پرخچے اڑ گئے تھے۔

عمران نے دوسرا گرینیڈ بھی عمارت کی چھت پر اچھال دیا۔ ایک مرتبہ پھر قیامت خیز دھماکہ ہوا۔ اور اب کی بار عمارت کے پرخچے اڑے۔ عمران نے گیٹ کراس کرتے ہی تیسرا گرینیڈ بھی چھت ہی پر اچھال دیا۔ عمارت گرتی چلی گئی۔

چند لمحوں بعد وہاں ملبہ ہی ملبہ دکھائی دے رہا تھا۔ اور پھر یکدم ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکہ ہوا۔ دھماکے مسلسل ہوتے چلے گئے۔

عمران سمجھ گیا۔ اسلحے والے کمرے میں اسلحہ پھٹ پڑا ہے۔ وہ تیزی سے عمران کی رہبری میں بھاگے جا رہے تھے۔ کوئی آدمی ان کا تعاقب نہیں کر رہا تھا۔ شاید تعاقب کے قابل کوئی رہ ہی نہیں گیا تھا۔

عمران، صفدر وغیرہ کو اپنی کار تک لے آیا۔ چند لمحوں بعد شہر کی طرف بڑھے جا رہے تھے۔ عمران کے استفسار پر صدیقی اور چوہان نے بتایا تھا کہ وہ اچانک ہی دھر لیے گئے تھے۔ انہیں علم نہیں ہو سکا تھا کہ مسلح افراد درختوں میں بھی چھپے بیٹھے ہیں۔

صفدر نے عمران سے اس کی بپتا پوچھی اور عمران نے ساری کہانی دہرا دی اور پھر صفدر نے بھی اپنے اوپر گذرنے والے واقعات سے سب کو آگاہ کیا۔

عمران نے انہیں ان کی مطلوبہ جگہوں پر اتار دیا۔ اچانک چوہان نے عمران کو ایک فائل پکڑاتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب! میں نے یہ فائل اس عمارت کے ایک کمرے سے برآمد کی تھی۔ اور کپڑوں میں چھپا لی تھی۔ میرے خیال میں اس فائل سے مجرموں کے بارے میں کوئی خاص بات معلوم ہو سکتی ہے۔"

"ویری گڈ۔"

عمران نے اس کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا۔ اور چوہان بھی اتر گیا۔ عمران نے فائل ایک طرف رکھ کر گاڑی آگے بڑھا دی۔ اس نے اپنے فلیٹ کے سامنے کار روکی۔ اور پھر فائل بغل میں دبائے فلیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

"بھائی جان! یہ لفافہ ایک صاحب نے آپ تک پہنچانے کے لیے کہا تھا۔" اچانک ایک لڑکے نے اس کی طرف بڑھ کر لفافہ تھماتے ہوئے کہا۔

عمران نے حیرت سے لفافے کو دیکھا۔ اور پھر لڑکے کا شکریہ ادا کر کے فلیٹ میں داخل ہو گیا۔ اس نے کمرہ نشست میں آ کر فائل ایک طرف رکھی۔ اور پھر لفافہ کھولنے لگا۔ لفافہ قدرے بھاری محسوس ہو رہا تھا۔ عمران نے احتیاط سے لفافہ چاک کیا۔ اور پھر لفافے کو الٹ دیا۔

عین اسی لمحے عمران بری طرح چونک اٹھا۔ اس کی نظریں لفافے میں سے برآمد ہونے والی چیز پر جمی کی جمی رہ گئیں۔ اسی لمحے فلیٹ کا دروازہ کھلا۔

جوزف جوزر کاؤنٹر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کاؤنٹر پر زومبو، شراب کی بوتلیں خریدنے میں مصروف تھا اور اس وقت اس کی پشت جوزف کی طرف تھی۔

زومبو کو دیکھتے ہی جوزف کی کنپٹیاں سلگ اٹھیں۔ اس کی آنکھوں میں شعلے سے لہرانے لگے۔ بار بار وہ مٹھیاں بھینچتا جس سے اس کے اندرونی غصے کا اظہار ہو رہا تھا۔ اچانک زومبو خارجی دروازے کی طرف بڑھا۔

جوزف نے تیزی سے بل کی رقم میز پر رکھی۔ اور تیزی سے خارجی دروازے کی طرف لپکا۔ اس اثناء میں زومبو دروازہ عبور کر کے اوجھل ہو چکا تھا۔ ہو گی ریسٹوران سے باہر آکر ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ جوزف دوسری طرف سے ایک ٹیکسی میں جا بیٹھا۔

،، اس ٹیکسی کے پیچھے چلو، معقول معاوضہ دوں گا۔'' جوزف نے ڈرائیور کو زومبو والی ٹیکسی دکھاتے ہوئے کہا۔

۔ ڈرائیور سمجھ دار آدمی تھا۔ اس نے ٹیکسی اگلی ٹیکسی کے پیچھے لگا دی ں میں روڈ پر ٹریفک بہت زیادہ نہ تھی۔ لیکن کبھی کبھار کسی چوک پر ٹریفک م بڑھ جاتی تھی۔ اور اس وقت اگلی ٹیکسی پر نظر رکھنا ایک مشکل امر ن جاتا تھا۔ بہر حال ڈرائیور بھی گھاگ آدمی تھا۔ اس نے ٹیکسی کو اپنی نظر ں رکھا۔

آخر کار اگلی ٹیکسی اسی کوٹھی کے سامنے رک گئی، جہاں جوزف زومبو کے ہمراہ پہلے آیا تھا۔

جوزف نے ٹیکسی کافی فاصلے پر رکوا لی۔ اور معقول رقم دیکر ڈرائیور کو خصت کر دیا۔

زومبو کوٹھی میں داخل ہو گیا تھا۔ جوزف تیز تیز قدم اٹھاتا اس کی ٹھی کی طرف بڑھا۔ قریب پہنچ کر اس نے گیٹ کی طرف دیکھا۔ گیٹ بند تھا۔ اس نے احتیاطاً گیٹ پر دباؤ ڈالا۔ لیکن گیٹ اندر سے بند تھا۔

جوزف نے اردگرد دیکھا۔ کوئی آدمی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے گیٹ کے بالائی کنارے پر ہاتھ ٹکائے۔ اور پھر ہاتھوں کے بل اوپر ٹھتا چلا گیا۔ اوپر پہنچ کر اس نے دوسری طرف چھلانگ لگا دی۔ وہ اینٹوں کے فرش پر آیا۔ گیٹ زیادہ اونچا نہیں تھا۔ اس لیے کسی قسم کی چوٹ ا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جوزف اٹھا اور پھر صحن کی طرف بڑھنے لگا۔ صحن سے ہو کر وہ ایک راہداری میں نکل آیا۔ راہداری کے دائیں بائیں

دروازے دکھائی دے رہے تھے۔ جوزف آہٹ پیدا کیے بغیر اُس
کمرے کی طرف بڑھتا رہا۔ جہاں وہ اور زومبو پہلی مرتبہ آئے تھے۔ وہ اس
کمرے کے دروازے پر پہنچ کر رُک گیا۔

اندر سے کھٹ پٹ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں جس کا
واضح مطلب تھا کہ زومبو اندر موجود ہے۔ اس وقت جوزف کے چہرے
پر چٹانوں کی سی سختی تھی۔ اس نے لات مار کر دروازہ کھولا اور پھر کمرے
میں داخل ہو گیا۔

دروازہ کھلنے کی آواز سُن کر زومبو تیزی سے دروازے کی طرف
پلٹا تھا اور پھر جوزف کو دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں

اچانک اس نے تیزی سے ریوالور نکال لیا۔

"خبردار! آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرنا" اس نے ریوالور پر اپنی
گرفت سخت کرتے ہوئے کہا۔

جوزف خاموشی سے اس سے پانچ قدم کے فاصلے پر رُک گیا۔

"تم ... تم فرار کس طرح ہوئے۔ زومبو کے لہجے میں ہلکی سی لرزش
تھی۔

جوزف کی آنکھیں شعلے اُگلتی محسوس ہو رہی تھیں "کوئی مجھے اپنی
قید میں زیادہ دیر تک نہیں رکھ سکتا" جوزف کے لہجے میں کاٹ تھی
زومبو پر اس کے تیور دیکھ کر ہلکی سی کپکپاہٹ طاری ہو چکی تھی

"یہ میرے لیے صرف ایک کھلونا ہے" جوزف نے اس کے ریوالور
کی طرف اشارہ کیا۔ "اسے جیب میں ہی رکھ لو تو اچھا ہے"

"بکواس بند کرو" زومبو نے ٹرائیگر پر دباؤ ڈالتے ہوئے کہا۔
"اس وقت تم میری زد پر ہو۔ زیادہ دلیری تمہیں جلد موت سے ہمکنار کر سکتی
ہے۔"

جوزف اس کی بات کے جواب میں دھیرے سے مسکرایا۔ "میں موت
سے نہیں ڈرتا۔ یہ کھلونا میرے لیے بے حقیقت ہے" جوزف نے سپاٹ
لہجے میں کہا اور پھر اس کی ٹانگ بجلی کی سی تیزی سے اٹھی۔

زومبو کو پتہ ہی نہ چل سکا کہ کب ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔
جوزف کی بھرپور ٹھوکر اس کے ریوالور والے ہاتھ پر پڑی تھی۔ اور
ریوالور اڑتا ہوا دور کہیں جا گرا۔

زومبو نے بے اختیار اپنا ہاتھ پکڑ لیا ہاتھ اسے درد سے بھرا پھوڑا
محسوس ہو رہا تھا۔



"میں نے پہلے کہہ دیا تھا، کہ یہ میرے لیے ایک کھلونے کی حیثیت رکھتا ہے۔" جوزف نے سرد لہجے میں کہا۔

زومبو اب خوف زدہ نظروں سے جوزف کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے جسم میں ہلکی ہلکی کپکپی جوزف صاف محسوس کر رہا تھا۔

"اگر تم میرے چند سوالوں کے صحیح صحیح جواب دیدو تو تمہاری جان بچ سکتی ہے۔" جوزف نے قدرے نرم لہجے میں کہا۔

"پپ.... پوچھو۔" زومبو نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"بیٹھ جاؤ۔" جوزف نے اسے صوفے کی اشارہ کیا اور زومبو صوفے پر بیٹھ گیا۔

"اب یہ بتاؤ، تمہاری تنظیم میں کیا حیثیت ہے۔" جوزف نے پوچھا۔

"تمام با اختیار لوگ مجھ پر اعتماد کرتے ہیں۔" زومبو نے جواب دیا۔

"تم لوگوں کے کتنے ٹھکانے ہیں؟"

"چار۔"

"چیف ہیڈ کوارٹر کہاں ہے؟" جوزف نے پوچھا۔

زومبو ہچکچانے لگا۔

جوزف اٹھا، اس نے زومبو کو گریبان سے پکڑا۔ اور پھر بھرپور مکہ اس کے جبڑے پر رسید کیا۔

زومبو کے منہ سے اذیت بھری چیخ نکلی۔ وہ لہرایا اور پھر صوفے پر گرتا چلا گیا۔ وہ ایک ہی مکے سے بے ہوش ہو گیا تھا۔ اس کا جبڑا اندر کی طرف دھنس گیا تھا۔ اور اس کی وجہ سے منہ بے حد کریہہ سا لگ رہا تھا۔

عمران نے اس کے قریب بیٹھ کر بائیں ہاتھ سے ایک زبردست تھپڑ اس کے دوسرے گال پر رسید کیا۔

زومبو کا جسم یکبارگی کسمسایا اور پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ جوزف پر نظر پڑتے ہی اس کے چہرے پر خوف رقص کرنے لگا۔

"میں نے پوچھا تھا، تمہارا چیف ہیڈ کوارٹر کہاں ہے؟" جوزف نے اس کا گریبان پکڑ کر سیدھا کرتے ہوئے کہا۔

"دارالحکومت کے شمالی مضافات میں، پہاڑیوں میں ہے۔" زومبو نے اس مرتبہ جلدی سے جواب دیا۔

"ہوں۔" جوزف نے سرد آہ بھری۔ وہاں پہنچنے کے لیے کسی خاص

کوڈ کی ضرورت ہے یا . . . . . . ؟"

"نہیں کوئی کوڈ مقرر نہیں کیا گیا"۔ زومبو بولا۔

جوزف نے چند لمحوں تک سوچا۔ اور پھر پوچھا۔

"ڈیتھ اسپاٹ کی کنٹرول مشین وہیں موجود ہے؟"

"ہاں! اصل مشین وہیں ہے۔ سب مشین پوائنٹ ٹو پر تھی۔ اسی جگہ تمہیں قید کیا گیا تھا۔"

"تمہاری تنظیم یہاں کس مقصد کے تحت کام کر رہی ہے۔ میرا مطلب ہے مشن کیا ہے؟" جوزف نے پوچھا۔

زومبو نے جواب دیا۔ "مجھے صحیح طور پر علم نہیں۔ صرف اتنا معلوم ہے۔ کہ تنظیم کے کرتا دھرتا یہاں کے اہم فوجی افسروں اور دیگر شخصیتوں کو ہلاک کر دینا چاہتے ہیں۔

اس کے پیچھے ان کا کون سا مقصد کارفرما ہے،

میں نہیں جانتا۔"

"اوکے! میرا خیال ہے، تم نے کافی معلومات مہیا کر دی ہیں۔ لیکن اس کے عوض میں تمہیں کچھ نہیں دے سکتا۔ تم بھی ان کے گھناؤنے کام میں برابر کے شریک رہے ہو۔ اور میں یہ برداشت نہیں کرتا۔ کہ اس ملک کی سرزمین پر، کوئی دشمن عنصر اپنے وجود کو قائم رکھے۔ اس لیے میں تمہارے گندے وجود سے اس سرزمین کو پاک کرنا چاہتا ہوں۔" جوزف

انتہائی سخت الفاظ میں کہتا چلا گیا۔

"پلیز مگونڈا! تمہیں اپنے قبیلے کی قسم، مجھے مت مارو۔ میں یہ کام ہمیشہ کے لیے چھوڑ دوں گا۔ اس ملک سے ہی نکل جاؤں گا۔ زومبو نے گھگھیاتے ہوئے جوزف کے سامنے ہاتھ جوڑے۔ لیکن جوزف چٹان کی طرح اپنے ارادے پر قائم رہا۔ اس نے کوئی جواب دینے کی بجائے اچانک زومبو کے گریبان کو زوردار جھٹکا دیا۔

زومبو لڑکھڑا کر اس کی طرف آیا۔

جوزف نے اپنا سر اس کے چہرے کے سامنے کر دیا۔

زومبو کا چہرہ جوزف کے چٹان جیسے سخت سر سے ٹکرایا۔ اور زومبو کی اذیت بھری چیخ کمرے میں گونجتی چلی گئی۔ اس کی ناک سے خون جاری ہو گیا۔

اب جوزف نے اپنے دونوں ہاتھ زومبو کی گردن پر جماتے۔ اور پھر گرفت سخت سے سخت تر کرتا چلا گیا۔

زومبو کے ڈھیلے باہر کو ابل پڑے۔ اس کا چہرہ سرخ ہوتا چلا گیا۔ زبان باہر کو نکل آئی۔

جوزف نے یکدم ایک زوردار جھٹکا دیا۔ یہ جھٹکا ہی زومبو کی زندگی کو ختم کر گیا۔

اس کی زبان اب بھی باہر نکلی ہوئی تھی۔ لاش کا چہرہ انتہائی بھیانک

ہو گیا تھا۔ جوزف نے زومبو کی لاش ایک جھٹکے سے پرے دھکیل دی
پھر کوٹھی سے باہر آگیا۔ اس کے ذہن میں ایک منصوبہ پرورش پار
اُسے ایک عمدہ کلیو مِل گیا تھا۔ اور اب وہ اپنے منصوبے پر خود ہی عم
کرنا چاہتا تھا۔ وہ عمران کو اپنے لائحہ عمل کی ہوا بھی نہیں لگنے دینا چاہ
تھا۔ وہ براہِ راست اقدام کرنا چاہتا تھا۔ تاکہ عمران وغیرہ کو اس کی اہمیت
کا اندازہ ہو سکے۔ اس نے ایک ٹیکسی روکی۔ اور عمران کی طرف چل دیا۔ و
چاہتا تھا کہ عمران کو ڈیتھ اسپاٹ کے راز سے آگاہ کر دے۔ تاکہ سیکرٹ
سروس کے ممبران اس مہلک نشان سے محفوظ رہ سکیں۔ ٹیکسی عمران کے
فلیٹ کے سامنے رک گئی۔ جوزف نے ٹیکسی کو فارغ کر دیا۔ اور پھر فلیٹ کی طرف
بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ دھکیلا تو وہ کھلتا چلا گیا۔

جوزف اندر داخل ہو گیا۔

"آہا باس، تمہارے دیدار کو آنکھیں ترس گئیں، کان تمہاری آواز
کے منتظر رہے۔

"غلام حاضر ہے باس۔" جوزف نے سلوٹ مارا۔

عمران نے کوئی جواب نہیں دیا۔

اُسی لمحے جوزف کی نظریں ڈیتھ اسپاٹ پر پڑیں۔ وہ چونک اُٹھا۔ اُس
نے تیزی سے عمران سے پُوچھا۔

باس! یہ تمہارے پاس کیسے آیا۔"

"ایک لڑکا لفافہ دے گیا تھا۔ کھولا تو یہ نکلا۔" عمران نے جواب دیا۔
ں کی تیز نظروں نے جوزف کے بارے میں اندازہ لگا لیا تھا۔ کہ جوزف
ں نشان کے بارے میں کوئی خاص بات جانتا ہے۔

"باس! اسے فوراً کہیں دور پھینک دو، ورنہ تمہاری جان شدید
طرے میں پڑ جائے گی۔" جوزف نے گھبراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کہاں اور کیسے پھینکوں؟" عمران نے پُوچھا۔

"سب سے پہلے اس پر کپڑا ڈالو باس! اس کے بعد دوسرا حل سوچیں
گے۔" جوزف نے جواب دیا۔

عمران نے قریب پڑی ایک چادر اُس فولادی ٹکڑے پر ڈال دی۔

"اب مجھے اس کے متعلق تفصیل سے بتاؤ۔" عمران نے کہا۔

جوزف سر ہلا کر اس کے مقابل بیٹھ گیا۔

چند لمحوں بعد اس نے ڈیتھ اسپاٹ کے طریقۂ عمل، کارگردگی، بناوٹ
اور نوعیت کے بارے میں ایک ایک لفظ عمران کو بتا دیا۔ یہ بھی بتایا
اس نے بذاتِ خود ڈیتھ اسپاٹ کے ذریعے ایک شخص کی ہلاکت کا منظر
دیکھا ہے۔ اس نے زومبو کے متعلق اور اس کیمیکل کے متعلق بھی بتایا
جس کا پوڈر بنا کر مخصوص مشینری تیار کی جاتی تھی۔ جوزف کی بیان کردہ
باتیں سن کر عمران کے چہرے پر تفکر کی تہیں چڑھتی چلی گئیں۔

عمران کو ایک نامعلوم سا خطرہ محسوس ہونے لگا۔

...ات اگر مجرموں نے وسیع پیمانے پر استعمال کرنا شروع کر دیا۔ تو
...انی نقصان ہو سکتا تھا۔ جوزف کی تفصیلات سن کر عمران سمجھ
...کہ جوزف کے ذہن میں کوئی واضح پلان ہے۔ اس نے جوزف کو کریدنے
کی کوشش کی۔

لیکن جوزف کسی بھی طرح اگلنے پر تیار نہ ہوا۔ اب عمران نے سیاست
سے کام لینے کا فیصلہ کیا۔

جوزف چند لمحوں بعد روانہ ہو گیا۔ اس نے بتایا تھا کہ فی الحال وہ
رانا ہاؤس جا رہا تھا۔ ان دنوں جوزف نے وہیں ڈیرا ڈال رکھا تھا۔
اس کے جانے کے بعد عمران چند ضروری تیاریاں کر کے اپنے مخصوص
کمرے میں آیا۔ اور پھر بلیک زیرو سے رابطہ قائم کیا۔

"عمران سپیکنگ"

"طاہر بول رہا ہوں عمران صاحب!" دوسری طرف سے بلیک زیرو
کی مؤدب آواز سنائی دی۔

"کوئی اہم اطلاع؟" "جی ہاں!

کیپٹن ناصر ہلاک ہو گئے ہیں" بلیک زیرو نے بتایا۔

"اوہ! سنو، میں ایک جگہ جا رہا ہوں، وہاں پہنچنے پر جگہ
کے متعلق بتاؤں گا۔ تم ممبران کو وہاں بھیج دینا۔ اور ہاں کیپٹن شکیل
وغیرہ صفدر کی نگرانی پر تھے۔

اُن کی کال آئی؟" عمران نے پوچھا۔

"جی نہیں! میں خود حیران ہوں"

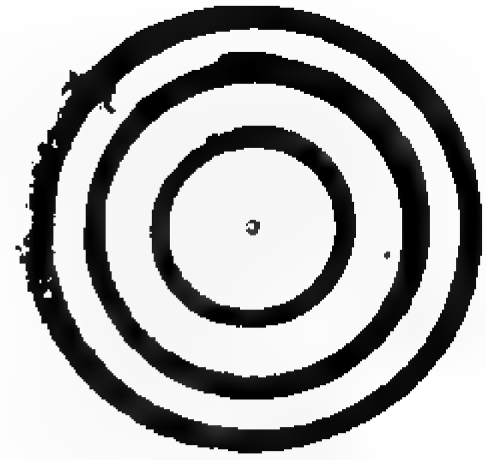
"اوکے! میں جا رہا ہوں۔ خدا حافظ" عمران نے رسیور کریڈل
پر رکھ دیا۔ اور پھر فلیٹ سے نکل آیا۔

چند لمحوں بعد ایک ٹیکسی میں رانا ہاؤس کی طرف اڑا جا رہا تھا۔

اُدھر جوزف عمران سے رخصت ہو کر رانا ہاؤس پہنچا، اس نے مخصوص
قسم کا میک اپ کیا۔ ایک چھوٹی سی برین گن، اس کے فالتو، میگزین وغیرہ
اس نے اپنے لباس میں چھپا لئے۔ دو پستول لیکر دائیں بائیں پہلوؤں
سے لٹکائے اور اوپر سے سیاہ رنگ کی ایک جیکٹ چڑھالی۔ اس کے بعد وہ
تیزی سے رانا ہاؤس سے باہر آیا۔ یہاں اسکی اپنی کار موجود تھی۔ اس
نے کار اسٹارٹ کی۔ اور پھر مین روڈ پر نکل آیا۔

چند لمحوں بعد اس کی کار انتہائی تیز رفتاری سے زومبو کے بیان
کردہ چیف ہیڈ کوارٹر کی طرف اڑی جا رہی تھی۔ بالآخر وہ مطلوبہ پہاڑیوں
تک پہنچ گیا۔ اس نے اپنی کار ایک طرف جھاڑیوں کی اوٹ میں کھڑی کی۔
اور پھر پہاڑیوں پر چڑھنے لگا۔ جلد ہی جوزف کو وہ دہانہ دکھائی دے گیا۔
جس کی نشاندہی زومبو نے کی تھی۔ دہانہ کھلا ہوا تھا۔ اور کوئی پہریدار
موجود نہیں تھا۔ وہ تیزی سے دہانے کے اندر داخل ہو گیا۔ سامنے
تین مختلف راہداریاں مختلف سمتوں میں جاتی دکھائی دے رہی تھیں۔

ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ کس طرف بڑھے اچانک دہانے کے باہر سے چند گاڑیوں کے رُکنے کی آوازیں سنائی دیں۔ جوزف نے تیزی سے اِدھر اُدھر دیکھا۔ اور پھر قریبی سیڑھیوں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔



یہ ایک بہت بڑا ہال کمرہ تھا۔ ہال کے درمیان ایک نیم سرکل والی میز پڑی تھی۔ میز کے اطراف میں دس آدمی بیٹھے سرگوشیاں کرنے میں مصروف تھے۔ میز کے عین درمیان میں ایک چوبی بکس رکھا ہوا تھا۔ بکس کے دونوں طرف جالیاں سی لگی ہوئی تھیں۔ بکس کے اوپری کنارے پر سبز رنگ کا ایک بلب لگا ہوا تھا۔ اچانک سبز رنگ کا بلب سپارک کرنے لگا۔ تمام افراد سرگوشیاں بند کر کے بکس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ہال میں اس وقت مکمل خاموشی چھا گئی تھی۔ اچانک بکس میں سے ایک گونجدار آواز ہال میں گونجتی چلی گئی۔

"کیا سب لوگ موجود ہیں"۔

"باس! صرف جیگ اور زومبو کم ہیں۔ جیگ تو گرفتار ہو چکا ہے۔ زومبو کا تا حال پتہ نہیں"۔ ایک آدمی نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"ہوں"۔

کیا جاگر بھی موجود ہے"۔ آواز دوبارہ گونجی۔ پہلے آدمی نے تمام افراد پر ایک نگاہ ڈالی اور پھر ادب سے جواب دیا۔

"جی نہیں! وہ موجود نہیں، جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے۔ وہ ملٹری کے ریکارڈ کیپر کو اغواء کرنے کے لیے گیا ہوا ہے"۔

چند لمحے ہال میں خاموشی چھا گئی۔ پھر وہی" آواز دوبارہ اُبھری"۔

"رن! کیپٹن ناصر کے سلسلے میں تو کوئی دقت پیش نہیں آئی"؟

"جی نہیں! آسانی سے شکار ہو گیا تھا"۔ رن نے جواب دیا۔

"ویری گڈ"۔

"اپنے اپنے ہیڈ کوارٹرز کی رپورٹ پیش کریں"۔ آواز نے حکم دیا۔

"جناب! میں ڈیرل مخاطب ہوں"۔ ایک آدمی نے کہنا شروع کیا۔

"ہماری ہیڈ کوارٹر کی کارآمد مشینری تباہ ہو گئی ہے۔ اور وہ پوائنٹ چند نامعلوم لوگوں کی نظروں میں آ چکا ہے۔ اُس کے متعلق کیا حکم ہے"۔ ڈیرل نے رپورٹ پیش کرنے کے بعد پوچھا۔

چند لمحوں کے توقف کے بعد وہی گونجدار آواز ہال میں چھلتی چلی گئی۔

"تم لوگ فوراً ہیڈ کوارٹر خالی کر دو۔ اور چیف ہیڈ کوارٹر آ جاؤ۔ تمام مشینی آدمیوں کو فارغ کر دو۔ اور صرف وہ لوگ چیف ہیڈ کوارٹر ساتھ لاؤ۔ جو ہمارے مشن کے لیے کارآمد اور اہم ہوں۔ باقی مجھے ساحلی ہیڈ کوارٹر اور مشینری کی تباہی کی بھی خبر ملی ہے۔ میرا خیال ہے، وہاں پر منظم حملہ ہوا

ہے اور اس کے ذمہ دار میں سیکرٹ سروس کے ممبران کو سمجھتا ہوں "۔
آواز کہتی چلی گئی ۔ ہال میں خاموشی چھائی رہی ۔ آواز دوبارہ ابھری ۔
"سیکرٹ سروس ہماری تاک میں ہے ۔ ابھی تک اسلحہ خانہ تباہ نہیں کیا جا سکا۔ جو ہمارے مشن کا اہم ترین حصہ ہے ۔ ایک طرف ہمارا مشن جزوی طور پر کامیابی سے ہمکنار ہو رہا ہے ۔ دوسری طرف مشن میں رکاوٹیں پیدا ہوتی چلی جا رہی ہیں ۔ ہمارا اہم ترین آدمی زومبو ہم سے جدا ہو کر نجانے کس حال میں بھٹک رہا ہے ۔ ان حالات کو میں نے اچھی طرح جانچا ہے ۔ اور یہ فیصلہ کیا ہے کہ مشن کو نئے انداز سے شروع کیا جائے ۔ اس کے لیے اس میں چند اہم ترمیمات کرنی پڑیں گی ۔ موجودہ حکمتِ عملی کو سامنے رکھتے ہوئے ۔ آپ سب لوگ نئی حکمتِ عملی پر غور کریں ۔ اور مجھے مشورے دیں ۔ تاکہ آپ سب کی تجاویز کی روشنی میں نئی حکمتِ عملی مرتب کی جا سکے "۔ آواز بند ہوتی چلی گئی ۔ تمام افراد میں دوبارہ چہ میگوئیاں ہونے لگیں ۔

تھوڑی دیر بعد ہال میں دوبارہ خاموشی چھاتی چلی گئی ۔

سب سے پہلے ڈیرل نے کہنا شروع کیا ۔ "میرا ذاتی خیال ہے کہ اگر ہم اپنے مشن کو تکمیل کی سیڑھی پر پہنچانا چاہتے ہیں ۔ تو اس کیلئے ہمیں ایک آدمی کو راستے سے ہٹانا پڑے گا "

"کون سا آدمی مسٹر ڈیرل "۔ پُراسرار آواز نے پوچھا ۔

" باس وہ آدمی عمران ہے ۔ بظاہر وہ انتہائی احمق اور بے وقوف دکھائی دیتا ہے ۔ لیکن درحقیقت وہ بیحد خطرناک آدمی ہے ۔ وہ براہ راست سیکرٹ سروس کے لیے کام کرتا ہے ۔ اگر اس آدمی عمران کو کسی طرح ایک عدد ڈیتھ اسپاٹ بھیج دیا جائے ۔ تو ہمارے مشن کی ایک بہت بڑی رکاوٹ دور ہو سکتی ہے "۔ ڈیرل نے تفصیل سے بیان کیا ۔

" اوکے ! مسٹر ڈیرل ! آپ کے ذمے یہ کام لگاتا ہوں ۔ جلد سے جلد مکمل کریں ۔ اور تکمیل کے بعد مجھے رپورٹ کریں ۔ اور کوئی خاص بات ۔
آواز نے کہا ۔

" جناب ! ہمارے ہیڈ کوارٹرز بھی سیکرٹ سروس کی نگاہوں میں آچکے ہیں "۔

ایک اور آدمی نے جواب میں کہا " آپ لوگ بھی خاص خاص آدمیوں اور تمام مال و متاع کے ساتھ چیف ہیڈ کوارٹر آ جائیں ۔ اس طرح شاید ہیڈ کوارٹرز زیادہ مضبوط ہو جائے "۔ آواز ابھری ۔

" او کے باس "۔ اسی آدمی نے کہا ۔ اور پھر سب لوگ مشن کی جزئیات پر تبادلہ خیالات کرنے لگے ۔

عمران نے رانا ہاؤس پہنچ کر اپنی کار ایک قریبی دوست
کے گھر کھڑی کی۔ اور پھر رانا ہاؤس کا مخصوص گیٹ کھول کر احاطے میں داخل ہو گیا
ایک طرف جوزف کی کار کھڑی تھی۔ اور اس کا انجن چل رہا تھا۔
عمران سمجھ رہا کہ جوزف کار میں کہیں جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔
چنانچہ وہ تیزی سے جوزف کی کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے جیب سے
ایک تار نکالا۔ اور پھر کار کی ڈگی کی طرف آیا۔ اس نے تار ڈگی کے لاک میں
ڈال کر مخصوص انداز میں تار گھمایا۔

چند لمحوں بعد کھٹاک کی آواز آئی اور ڈگی کا ڈھکن اوپر اٹھ گیا۔ عمران
نے تار کو جیب میں رکھا۔ اور پھر ڈگی کا ڈھکن اوپر اٹھا کر اندر داخل ہو گیا۔
اندر داخل ہونے کا بعد اس نے ڈھکن دوبارہ اوپر ڈھک لیا۔ لیکن
اس طرح کہ تھوڑی سی درز باقی رہے۔ تاکہ ہوا کی آمد و رفت جاری رہے۔
اب عمران کو جوزف کا انتظار تھا۔

بالآخر تھوڑی ہی دیر بعد بوٹوں کی دھمک کار کی طرف بڑھتی چلی
آ رہی تھیں۔ پھر دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز آئی۔
چند لمحوں بعد کار نے ایک جھٹکا لیا اور آگے بڑھتی چلی گئی۔ عمران
اطمینان سے ڈگی میں نیم دراز پڑا رہا۔ درز میں سے وہ راستہ ذہن نشین
کرتا جا رہا تھا۔ آخر کار کار ایک پہاڑی علاقے میں رک گئی۔ دروازہ بند
ہونے کی آواز کے ساتھ بوٹوں کی دھمک ابھری جو آہستہ آہستہ دور ہوتی
چلی گئی۔

عمران نے جب یہ اندازہ کر لیا۔ کہ جوزف کافی دور چلا گیا ہو گا۔ تو
ڈھکن اٹھا کر آہستگی سے اٹھا، سامنے کوئی بھی ذی روح موجود نہیں تھا
عمران ڈگی اٹھا کر باہر نکل آیا۔ اور پھر اندازے سے اس طرف بڑھنے لگا۔
جدھر جوزف گیا تھا۔ وہ پہاڑی راستہ طے کرتا رہا۔

اچانک ایک درے کے سامنے اسے چند عجیب سی گڑگڑاہٹ
کی آوازیں سنائی دیں۔ عمران تیزی سے ایک چٹان کی اوٹ میں ہو گیا۔
اور عین اسی لمحے درے میں تین بڑے بڑے ٹرک نمودار ہوئے، ان
کا رخ اسی چٹان کی طرف تھا۔ جس کے پیچھے عمران چھپا ہوا تھا۔

ٹرک اونچے نیچے ناہموار درے میں آہستہ آہستہ آگے
بڑھ رہے تھے۔ جب تینوں ٹرک عمران سے قدرے آگے نکل گئے۔
تو عمران نے ٹرکوں پر کئی کئی آدمیوں کو لدے دیکھا۔ ٹرکوں کی رفتار

انتہائی آہستہ تھی۔ اس لیے عمران کو ٹرکوں کے تعاقب میں کوئی دشواری پیش نہیں آ رہی تھی۔ بالآخر تینوں ٹرک ایک بڑے سے غار کے سامنے رُک گئے۔ دہانہ اتنا چوڑا تھا کہ بیک وقت دو ٹرک برابر برابر گذر سکتے تھے۔ لیکن ٹرک آگے نہ بڑھے۔ ٹرکوں پر سوار افراد نیچے اتر اتر کر دھانے سے اندر داخل ہوتے گئے۔ بعض آدمی چند بڑی بڑی مشینیں اور دیگر سامان اندر پہنچا رہے تھے۔

چند لمحوں بعد ٹرک مکمل طور پر خالی ہو گئے۔ تمام آدمی دھانے کے اندر جا چکے تھے۔

عمران نے ٹرانسمیٹر نکال کر بلیک زیرو کو کال کیا۔ اُسے موجودہ جگہ کے متعلق بتایا۔ اور پھر سیکرٹ سروس کے ممبران کو وہاں پہنچنے کا کہنے کے لیے ہدایت دی۔

بلیک زیرو نے عمران کی ہدایات اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔ اور عمران نے ٹرانسمیٹر آف کر کے جیب میں ڈال لیا۔ اُسی وقت دہانے سے کئی افراد باہر نکلے۔ اور ٹرکوں پر سوار ہو گئے۔

چند لمحوں بعد تینوں ٹرک واپس اُسی راستے پر روانہ ہو گئے۔

دو آدمی عمران کی طرف آ رہے تھے۔ شاید اس طرف انہیں کوئی کام تھا۔ وہ دونوں باتوں میں مصروف تھے۔

عمران اُن کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا۔ جونہی وہ دونوں عمران

کے قریب سے گذرے، عمران نے یکدم ان دونوں کی گردنیں پکڑ لیں۔ ان دونوں کو سنبھلنے کا موقع نہ مل سکا۔ عمران کے فولادی ہاتھوں میں وہ صرف ایک لمحے کے لیے تڑپے۔ اور پھر رُوحیں ان کا ساتھ چھوڑتی چلی گئیں۔

عمران نے دونوں لاشیں قریبی جھاڑیوں میں چھپائیں اور پھر ان میں سے ایک کی اسٹین گن اٹھا کر دہانے کی طرف بڑھا۔ دھانے کے اندر اور باہر کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

عمران پھرتی سے اندر داخل ہو گیا۔ سامنے تین راہداریاں الگ الگ سمتوں میں جاتی دکھائی دے رہی تھیں۔ عمران ایک راہداری میں چلنے لگا۔ راہداری میں نیم تاریکی تھی۔ وہ سیدھا بڑھتا چلا گیا۔ اس دوران دو تین آدمی عمران کے قریب سے گذرے۔ لیکن نیم تاریکی، اور عمران کے ہاتھ میں اسٹین گن کی موجودگی کی وجہ سے وہ شاید اُسے اپنا ہی آدمی سمجھے۔ اس لیے کسی نے بھی عمران کی طرف توجہ نہیں تھی۔ عمران اچانک ایک دروازے کے سامنے رُک گیا۔ اس نے سوچا کہ یونہی راہداری میں بے مقصد گھومنا اس کے لیے فضول ہو گا۔ کیوں نہ باری باری کمرے چیک کر لیے جائیں۔ یہ خیال آتے ہی عمران نے دروازے پر دباؤ ڈالا، دروازہ کھلتا چلا گیا اور عمران پھرتی سے کمرے میں داخل ہو گیا۔ کمرے میں تاریکی تھی، ہر چیز سائے کی طرح دکھائی دے رہی تھی۔ عمران کو ایک دیوار کے ساتھ ایک سوئچ بورڈ کی جھلک دکھائی دی۔ عمران نے ایک سوئچ آن کیا، کمرے

میں ہلکی پاور کا ایک بلب روشن ہو گیا۔ کمرے کے درمیان ایک میز موجود تھی۔ عمران میز کی طرف بڑھا۔ اور پھر اس کے دراز کھول کر دیکھنے لگا۔ جونہی اس نے ایک دراز کھولا، وہ چونک اٹھا، بڑا سا دراز پلاسٹک میک اپ کی جملہ اشیاء سے بھرا ہوا تھا۔ عمران کی آنکھوں میں عجیب سی چمک لہرائی۔
عین اسی لمحے دائیں طرف ایک دیوار پھٹی، عمران پھرتی سے میز کی اوٹ میں ہو گیا۔ دیوار میں ایک چوکور خلا نمودار ہوا۔ اور اس میں سے ایک آدمی باہر نکلا، اسے دیکھتے ہی عمران چونک اٹھا۔



جوزف سیڑھیوں کی اوٹ میں، دہانے سے باہر دیکھ رہا تھا۔ اس نے دیکھا، تین ٹرک دہانے پر آ کر رک گئے تھے چند لمحوں بعد اس نے ٹرکوں میں سے کئی افراد اتر کر دہانے کی طرف بڑھتے دیکھا۔ جوزف پھرتی سے سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا، اور پھر محفوظ جگہ پر پہنچ کر نیچے دیکھنے لگا۔ اس نے ٹرکوں میں سے آنے والے افراد کو ایک راہداری میں جاتے دیکھا ان میں سے بعض کے ہاتھوں میں مشینری تھی۔
تھوڑی دیر بعد راہداری خالی ہو گئی۔ پھر چند افراد راہداری سے نکلے اور ٹرکوں کی طرف بڑھ گئے۔
چند لمحوں بعد تینوں ٹرک واپس چلے گئے۔ اچانک جوزف کو

عقب میں ہلکی سی آہٹ محسوس ہوئی۔ جوزف تیزی سے گھوما، اسی لمحے ایک اسٹین گن بردار سیڑھیوں کے بالائی دروازے میں نمودار ہوا۔ جوزف نے بجلی کی سی تیزی سے بھرپور ٹھوکر، آنے والے کے پیٹ میں رسید کی، اسٹین گن بردار اچانک ٹھوکر لگنے کی وجہ سے لڑکھڑا کر کئی قدم پیچھے ہٹتا چلا گیا۔
جوزف دروازہ کراس کر کے چھت پر آیا۔ اسٹین گن بردار نے سنبھل کر اسٹین گن جوزف کی طرف سیدھی کی، جوزف پھرتی سے اچھلا اور اس مرتبہ اس کی ٹھوکر اسٹین گن پر پڑی۔ اسٹین گن اس آدمی کے ہاتھ سے نکل گئی۔
جوزف نے ایک جھٹکے سے دائیں پہلو کا ریوالور نکال کر اس کی طرف تان لیا۔
"خبردار! اگر آواز نکالی، تو۔۔۔۔" جوزف نے ریوالور کو حرکت دیتے ہوئے جملہ ادھورا چھوڑ دیا
اس آدمی کی آنکھوں میں خوف جھلکنے لگا۔ "تت۔۔۔۔ تم کون ہو؟" اس نے ہکلاتے ہوئے پوچھا۔
"بکواس بند کرو، اور اب جو کچھ میں پوچھوں، اس کا صحیح صحیح جواب دیتے جاؤ۔" جوزف نے کہا۔
اور وہ آدمی سر ہلانے لگا۔

"کیا دہانہ ہی اصلی راستہ ہے۔ یا کسی اور طرف اصل راستہ ہے؟" جو
نے پوچھا۔

"دہانہ صرف ضرورت کے وقت ہی کھولا جاتا ہے۔ اصل راستہ دو
طرف ہے" اس آدمی نے جواب دیا۔

"یہاں کے باس کا کمرہ کس طرف ہے؟"

درمیانی راہداری میں سب سے پہلا کمرہ"

"کیا اس وقت یہاں موجود ہے" جوزف نے پوچھا۔

"ہاں! وہ ہر وقت یہیں موجود رہتا ہے"

"کیا یہاں کچھ لوگ قید ہیں؟"

"ہاں! پلائنٹ تھری سے دو موٹر سائیکل سوار یہاں بھیجے گئے ت
وہ ابھی تک قید میں ہیں"

اس اثناء میں جوزف غیر محسوس طریقے سے، اُس آدمی کے بہ
قریب آگیا تھا۔ جوزف نے اچانک ریوالور کا دستہ اس کی کھوپڑی میں رسید
اس آدمی کے منہ سے ہلکی سی کراہ نکلی اور وہ کٹے ہوئے شہتیر کی طرح
پر گرتا چلا گیا۔

جوزف اُسے کھینچتا ہوا، چھت کے سرے پر لایا۔ نیچے گہری کھائی
موجود تھیں۔ جوزف نے اس کے بیہوش جسم کو ایک جھٹکا دیا۔ اور اس کا ج
ایک تنکے کی طرح فضا میں اڑتا ہوا، نیچے گہری کھائیوں میں گرتا چلا گیا

جوزف تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ وہ سیڑھیاں طے کر کے نیچے آیا۔ اور پھر درمیانی راہداری میں آگے بڑھنے لگا۔ پہلے دروازے پر پہنچ کر اس نے دیکھا، دروازہ اندر سے بند تھا۔ جوزف ایک طویل سانس لیکر آگے بڑھ گیا۔ موڑ مڑ کر وہ ایک نئی راہداری میں پہنچا۔ یہاں ایک دروازے کے اوپر "سپیشل روم" کے الفاظ کندہ تھے۔ جوزف دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

اسی لمحے اس کی سماعت سے ایک انتہائی کرخت آواز ٹکرائی

"اوکے! ہاتھ اوپر اٹھا لو۔ اور ریوالور پھینک دو۔"

جوزف آہستگی سے مڑا۔ اور اسے اپنا سانس لینے میں اٹکا محسوس ہونے لگا۔ اس کے سامنے چار اسٹین گن بردار اسٹین گنیں تانے کھڑے تھے۔

جوزف نے ریوالور نیچے پھینک دیا۔ ایک آدمی نے آگے بڑھ کر اس کی تلاشی لینی شروع کی۔ جلد ہی اس نے جوزف کا ریوالور اور لباس میں چھپی اسٹین گن برآمد کر لی۔

"خاصی تیاری سے آئے لگتے ہو" ایک طویل قامت آدمی نے طنزیہ انداز میں کہا، اور پھر اپنے ساتھیوں کی طرف مڑا۔ اسے بھی ان قیدیوں کے ساتھ ہی بند کر دو"

چاروں اسٹین گن جوزف کو کور کیے، راہداری میں آگئے۔ اور پھر ایک موڑ مڑنے کے بعد ایک دروازے کے سامنے رک گئے۔ ایک آدمی

نے دروازہ کھولا، اور جوزف کو اندر داخل ہونے کا اشارہ کیا۔ جوزف جونہی اندر داخل ہوا، وہ بُری طرح چونک اُٹھا۔ سامنے فولادی کرسیوں پر صفدر، تنویر، کیپٹن شکیل، صدیقی اور نعمانی بندھے پڑے تھے۔ صفدر وغیرہ نے ایک لمحے کے لیے جوزف کی طرف دیکھا، اور وہ فوراً سمجھ گئے، کہ میک اپ میں جوزف ہے۔ لیکن کسی ممبر نے اس کا اظہار نہ ہونے دیا۔

جوزف کو بھی ایک کرسی پر چمڑے کی پٹیوں کی مدد سے باندھ دیا۔ اور سب لوگ کمرے سے نکل گئے۔

جوزف نے صفدر وغیرہ سے پوچھا۔ کہ وہ کس طرح پکڑے گئے۔

صفدر نے بتایا کہ وہ صدیقی، اور نعمانی ایکسٹو کی ہدایت پر یہاں آئے تھے۔ لیکن اچانک ہی انہیں کئی مسلح افراد نے نرغے میں لے لیا۔

کیپٹن شکیل وغیرہ کی کہانی کچھ اس طرح تھی۔ کہ وہ شروع سے صفدر وغیرہ کے تعاقب میں تھے۔ لیکن ساحلی ہیڈ کوارٹر میں جب وہ ایک درختوں کے جھنڈ کی طرف بڑھے تو مسلح افراد نے انہیں گرفتار کر لیا۔ اور پھر انہیں یہاں پہنچا دیا گیا۔

جوزف نے بھی اپنی کہانی سنا دی۔ تھوڑی دیر بعد، کمرے کا دروازہ کھلا، اور دس بارہ مسلح افراد کمرے میں داخل ہو کر ان کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ پھر ایک طویل قامت نقاب پوش اندر داخل ہوا۔ اُس کا سارا جسم سیاہ لباس سے ڈھکا ہوا تھا۔ وہ نپے تلے قدم اُٹھاتا صفدر وغیرہ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ چند لمحوں تک صفدر وغیرہ کو باری باری گھورتا رہا۔ اور پھر اُس کی پاٹ دار آواز کمرے کی فضا میں گونجتی چلی گئی۔

"سیکرٹ سروس کے ممبران کو یہاں اس حالت میں دیکھ کر مجھے ایک عجیب سی خوشی ہو رہی ہے۔

تم لوگوں نے ہمارے تین ہیڈ کوارٹرز تباہ کر دیئے۔ اب مزید نقصان ہماری برداشت سے باہر ہو گیا ہے۔ تم لوگوں نے جتنا نقصان کیا ہے۔ اس کی آج تمہیں بھرپور سزا ملے گی۔

نمبر فور" طویل قامت نقاب پوش نے ایک آدمی کو مخاطب کیا۔

"یس باس" "روم نمبر فائیو میں، ڈیرل آچکا ہو گا۔ اُسے بلا لاؤ" باس نے کہا اور اسٹین گن بردار سر ہلا کر کمرے سے چلا گیا۔

"ڈیرل کی موجودگی میں، آج تمہیں ڈیتھ اسپاٹ سے شکار کیا جائے گا" نقاب پوش باس جوزف وغیرہ کی طرف متوجہ ہوا۔ "شاید تم لوگوں نے ڈیتھ اسپاٹ کی بھیانک موت اپنی آنکھوں سے ابھی تک نہیں دیکھی۔ آج تمہیں بھی ڈیتھ اسپاٹ کا دیدار کرایا جائے گا" نقاب پوش باس کے ان الفاظ کے ساتھ ہی کمرے کا دروازہ کھلا، اور وہی آدمی، ایک لحیم شحیم کرخت چہرے والے کے ہمراہ کمرے میں داخل ہوا۔ دونوں کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں موجود تھیں۔

"آؤ ڈیرل! آج یہاں ایک دل چسپ کھیل کھیلا جائے گا۔"
پوش باس نے کہا۔

ڈیرل باس کے قریب آگیا۔ "کیسا کھیل باس! میں سمجھا نہیں"
نے قدرے حیرانگی سے کہا۔

"ابھی بتاتا ہوں۔"

"باس! روم نمبر فائیو میں نہ جانے کون شخص داخل ہو گیا۔ وہ
آدمی مسلح تھا، میں نے فوراً اسے ہلاک کر دیا۔" ڈیرل نے باس

باس اس کی بات کے جواب میں سر ہلانے لگا۔

"او کے!" یہ کہہ کر باس ایک اور اسٹین گن بردار کی طرف متو

"نمبر ون!

ڈیتھ اسپاٹ لے آؤ۔ ان کی تعداد گن لینا۔" اسٹین گن بردار
کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

چند لمحوں بعد، وہ ہاتھ میں ڈیتھ اسپاٹ کے فولادی ٹکڑے
اندر داخل ہوا۔ اس نے ٹکڑے میز پر رکھ دیے۔

ڈیرل حیرانگی سے باس کی کاروائی دیکھ رہا تھا۔ انہیں ایک
ڈیتھ اسپاٹ پکڑا دو۔ یا ان کی جھولیوں میں ڈال دو۔" باس

نمبر ون صفدر وغیرہ کی طرف بڑھا۔
اسی لمحے ڈیرل کی آواز کمرے میں گونج اٹھی۔

"باس! یہ مناسب نہ ہوگا۔" باس چونک کر ڈیرل کی طرف مڑا۔

"کیا مطلب؟"

باس نے ڈیرل کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا۔ "صرف وقت کا ضیاع ہوگا، کیوں نہ اسٹین گنوں سے ان کا قصہ ختم کر دیا جائے۔" ڈیرل نے جواب دیا۔

"نہیں! میں ان لوگوں کو عبرتناک اذیت بھری موت مارنا چاہتا ہوں۔" باس نے دوٹوک لہجے میں جواب دیا۔ ڈیرل کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات پھیلتے چلے گئے۔

جوزف، صفدر، صدیقی، نعمانی اور تنویر نجانے کیوں بہت اطمینان سے بیٹھے ہوئے تھے۔

"باس! میں ذاتی طور پر اسے پسند نہیں کرتا۔" ڈیرل نے کہا۔

باس ڈیرل کی طرف دیکھنے لگا۔ "تم مجھ سے براہ راست اختلاف کر رہے ہو۔" باس کا لہجہ غصے سے بھرپور تھا۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی اچانک ڈیرل نے اسٹین گن سیدھی کی۔ اور پھر مسلح افراد پر گولیوں کی بارش کر دی۔ مسلح افراد کو ڈیرل سے اس اقدام کی توقع نہیں تھی۔ ان کے منہ سے موت کی آخری چیخیں نکلیں۔ اور وہ تڑپتے، اچھلتے فرش پر گرتے چلے گئے۔

باس کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھیلتی چلی گئیں۔ عین اسی لمحے

راہداری میں بھاگتے قدموں کی آوازیں گونجیں، ڈیرل ابھی در
کی طرف مڑنے بھی نہ پایا تھا کہ کمرہ ایک مرتبہ پھر اسٹین گن کی
گونج اٹھا۔ کمرے میں داخل ہونے والے مسلح افراد اچھل اچھل کر
کی صورت میں تبدیل ہوتے چلے گئے۔
باس سمیت صفدر وغیرہ نے کمرے کے روشندان کی طرف

اور وہ سب بیک وقت چونک اٹھے۔ روشندان سے ایک
ایک اسٹین گن کی نالی جھلک رہی تھی۔
"ڈیرل! تم نے اپنی موت کو خود آواز دی ہے۔" نقاب پوش باس
انتہائی سرد لہجے میں کہا۔
"ڈیرل بینی! آپ کا خادم علی عمران ایم ایس سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی
آکسن)" ڈیرل نے اچانک لہجہ بدلتے ہوئے کہا۔
صفدر اور جوزف کے منہ سے خوشی کے نعرے نکل گئے۔
عمران نے اپنے چہرے سے پلاسٹک میک اپ اتار کر نیچے پھینک دیا۔
س کی آنکھیں حیرت سے پھیلی جا رہی تھیں۔
"ڈ ڈ..... ڈیرل کہاں گیا" اس نے ہکلاتے ہوئے کہا۔
"ڈ ڈ..... ڈیرل مر چکا ہے۔ میں نے بتایا تھا ناکہ ایک غیر متعلقہ
شخص میرے کمرے میں داخل ہو گیا تھا۔ اصل میں اس کا میک اپ میں نے

کر لیا اور اپنا میک اپ اس پر کر کے گولی مار دی۔ کیسی رہی؟" عمران نے
چہکتے ہوئے بتایا۔ اور پھر روشندان کی طرف منہ کر کے بولا۔

"باس! آپ بھی آجائیے، تاکہ گروپ میٹنگ ہو سکے۔"

"تو۔۔۔ تو کیا چیف ایکسٹو۔۔۔" صفدر نے ہکلاتے ہوئے
عمران کی طرف دیکھا۔ اور عمران نے آہستہ سے گردن ہلا دی۔ عمران نے
آگے بڑھ کر صفدر کی بندشیں کھول دیں۔ اور صفدر باری باری سب
ممبران کی بندشیں کھولتا چلا گیا۔

عمران کی اسٹین گن کا رخ بدستور باس کی طرف تھا۔ تمام ممبران نے آزاد
ہو کر لاشوں کے پاس پڑی اسٹین گنیں اٹھا لیں۔ اچانک دروازے
پر بھاری قدموں کی آواز گونجی۔ صفدر وغیرہ فوراً دروازے کی طرف مڑے
اور پھر ان کے منہ سے بے اختیار یہ لفظ نکلے "ایکس ٹو۔۔۔"

دروازے پر ایکس ٹو اپنے مخصوص لباس میں تنا کھڑا تھا۔ اس کے
ہاتھ میں اسٹین گن پکڑی ہوئی تھی۔ اور منہ پر نقاب تھا۔

"اس کا نقاب الٹ دو" ایکس ٹو کی غراہٹ سنائی دی۔ اور وہ سب
یوں چونکے جیسے انسان خواب سے حقیقت میں آتا ہے۔ عمران آگے بڑھا
باس! ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"نقاب پوش حسینہ جاؤ گی کہاں" عمران نے کہا اور باس کے قریب
پہنچ گیا۔ اسی وقت باس نے بھرپور مکہ عمران کی پسلیوں پر رسید کیا۔

لیکن عمران چٹان کی طرح اپنی جگہ پر جما رہا۔ اس کے جسم میں خفیف سا بھی
جھٹکا نہیں لگا تھا۔

اس نے یک دم آگے بڑھ کر باس کے چہرے سے نقاب الٹ دیا۔
ساتھ ہی عمران اور ایکسٹو کے منہ سے تحیر زدہ انداز میں یہ الفاظ نکلے۔

"سالاری!" صفدر وغیرہ نے حیرانی سے ایکس ٹو کی طرف دیکھا۔ سالاری
کا لفظ انہیں پوری طرح سمجھ نہیں آیا تھا۔

"چیف! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس اپنے ہاتھوں سے سزا دوں"
عمران نے ایکس ٹو سے درخواست کی اور ایکسٹو نے سر ہلا دیا۔ عمران نے
ایک جھٹکے سے سالاری کو بٹھا دیا۔ اور پھر چمڑے کے بیلٹوں سے اسے
جکڑ دیا۔ اب عمران نے ڈیتھ اسپاٹ کا ایک ٹکڑا اٹھایا اور سالاری کی جھولی
میں ڈال دیا۔ پھر اس نے ایک چھوٹا سا ڈبہ میز کی دراز سے برآمد کیا۔ لیکن
پھر اچانک اس نے ڈبہ میز پر رکھا۔ اور ڈیتھ اسپاٹ کے تمام ٹکڑے
اٹھا کر سالاری کی جھولی میں اور اس کے کپڑوں کے اندر ڈال دیے۔
سالاری کے چہرے پر موت کی پرچھائیاں رقص کرنے لگیں۔ اب تک وہ
ڈیتھ اسپاٹ سے شکار کھیلتا رہا تھا۔ آج خود شکار ہونے والا تھا۔ سیکرٹ
سروس کے ممبران دلچسپی اور حیرت سے عمران کی کارروائی دیکھ رہے تھے۔

عمران نے اچانک میز سے ڈبہ اٹھایا۔ اور سالاری سے بولا۔

"سالاری! اگر تم سچ سچ بتا دو کہ یہاں تمہارا مشن کیا تھا۔ تو میں تمہاری

جان بخشی کر سکتا ہوں "

" ہاں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہاں ! میں بتانے کے لیے تیار ہوں [illegible]
نے تیزی سے کہا اور پھر وہ فر فر مشن کے بارے میں تفصیلات بیان
کرتا چلا گیا۔ مشن میں آگاہی کے بعد عمران نے پوچھا۔ "مشن سے متعلقہ [illegible]
اور فائلیں کہاں ہیں "

سالاری نے یہ بھی بتا دیا۔ اور اچانک عمران نے ڈبے میں لگا ہوا
لیور کھینچ لیا۔ ڈیتھ اسپاٹ میں سے موت کی لہریں سالاری کے سارے جسم
میں پیوست ہوتی چلی گئیں۔ اس کا جسم بری طرح تڑپا کر ممبران نے اپنے
منہ دوسری طرف پھیر لیے۔ سالاری کی گردن ڈھلک چکی تھی۔

"چلیں چیف " عمران ایکسٹو کی طرف مڑا۔

"ہوں " ایکسٹو کی غراہٹ سنائی دی۔ اور وہ سب باہر نکل آئے۔
ایک کمرے میں مشن کے متعلق فائلیں اور دیگر مواد بھی مل گیا۔ اسی کمرے میں
ڈیتھ اسپاٹ کی کنٹرول مشین موجود تھی۔ یہ مشین تباہ کر دی گئی، پھر
سب ممبران عمارت میں پھیلتے چلے گئے۔ تمام افراد کو چن چن کر ہلاک کر دیا گیا۔
اسی ہنگامے کے دوران ایکسٹو غائب ہو گیا۔ عمران کی ہمراہی میں صفدر
وغیرہ باہر نکل آئے۔ عمران نے جیب سے مخصوص قسم کا ایک بم نکالا اور عمارت
پر اچھال دیا۔ قیامت خیز دھماکے کے ساتھ عمارت کے پرخچے اڑ گئے۔
وہ سب کامیاب و کامران واپس ہوئے۔

دانش منزل کے میٹنگ ہال میں، حسب روایت تمام ممبران موجود
تھے۔ عمران ایک طرف صوفے پر بیٹھا۔ اوٹ پٹانگ حرکتیں کرنے میں مصروف
تھا۔ نہ جانے کہاں سے، ایک باریک سا تنکا اس کے ہاتھ میں آگیا تھا۔
اور یہ تنکا ممبران کے لیے "عذاب خداوندی" بنا ہوا تھا۔ عمران تنکا
کسی ممبر کے کان میں گھسیڑ کر خراٹے نشر کرنے لگتا تھا۔ اور ممبران غصے
کے باوجود اپنی ہنسی روکنے میں کامیاب نہیں ہوتے تھے۔ البتہ جولیا
غصے کی انتہائی منازل کو چھو چکی تھی۔ وجہ یہ ہے کہ عمران کا تنکا تین بار
جولیا کے کان میں "جھانکا تانکی" کر کے "میل کی مقدار" کا اندازہ کر چکا تھا۔
اور جولیا زخمی ناگن کی طرح بل کھا رہی تھی۔

"عمران اگر اب کی بار تم نے کوئی حرکت کی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا "
جولیا نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

" اس میں میرا کیا قصور ہے " عمران نے تنکا اپنے کان میں گھماتے
ہوئے کہا۔

" شاید تنکے نے تمہارا کان خاص طور پر پسند کر لیا ہے "
جولیا ہونٹ کاٹ کر رہ گئی۔

" یار صفدر! تمہاری پڑوسن تو کھڑے کھڑے انگارہ ہوجاتی ہے "

ران صفدر کی طرف مڑا۔

" تو آپ مس جولیا کو تیلی ہی کیوں دکھاتے ہیں " صفدر نے ہنستے ہوئے

ہا۔

" تو تمہارا مطلب ہے، میں اسے تیلی نہ دکھایا کروں " عمران نے حیرت

سے پوچھا۔

" جی ہاں "

" لیکن یار! بعض کیمیکل تو ہوا سے بھی جل اُٹھتے ہیں " عمران نے کہا۔

" تو آپ اس کیمیکل کا رول کیوں ادا کرتے ہیں " صفدر نے پھر ہنس کر

جواب دیا۔

" بیٹا! آج تو مجھے بھی کاٹ رہے ہو " عمران نے آنکھیں گھماتے ہوئے

کہا۔ " کیا میں تمہارے پاس آکر گفتگو کروں " عمران نے تنکا لہراتے

ہوئے اُٹھنے کی اداکاری کی۔

" پلیز عمران صاحب! آپ کا تنکا بیحد خطرناک ہے۔ میں ہارا " صفدر

بوکھلا کر بولا۔ اور ممبران ہنس پڑے، سوائے جولیا اور تنویر کے۔

اچانک کمرے میں سیٹی کی سی آواز ابھری۔ جولیا نے چونک کر مائک

کا بٹن آن کر دیا۔ کمرے میں ایکسٹو کی مخصوص آواز گونجنے لگی "

ہیلو ممبران، آج ہم ایک پیچیدہ اور انتہائی خوفناک کیس کی دھجیاں

بکھیرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اگر مجرموں کا خوفناک مشن تکمیل پا جاتا۔ تو ملک ایک بہت بڑی سازش کا شکار ہو جاتا۔ ملک ہمارے ہاتھ سے نکل جاتا۔ اور یہاں غیر ملکی تسلط قائم ہو جاتا۔ میں اس منصوبے کا پس منظر دونوں تفصیل سے دہرائے دیتا ہوں، تاکہ اگر کسی ممبر کے ذہن میں کوئی جھول ہے تو وہ دور ہو جائے۔ بات اصل میں یہ تھی، کہ گذشتہ مہینے ایک بہت بڑی طاقت نے پاکیشیا سے اس بات کی اجازت مانگی۔ کہ اُسے یہاں ایک فوجی اڈا قائم کرنے دیا جائے۔ پاکیشیا ایک غیر جانبدار ملک ہے۔ چنانچہ بعض مصلحتوں کی بنا پر بڑی طاقت کی تجویز مسترد کر دی گئی۔ یہاں سے ناکام ہو کر اُسی بڑی طاقت نے اپنے تربیت یافتہ جاسوس یا ایجنٹ کہہ لیں۔ پاکیشیا میں داخل کر دیے۔ ایجنٹوں نے یہاں کی حکومت کے سب سے بڑے مخالف سالاری کو اپنے ساتھ مِلا لیا۔ اور یوں تنظیم بن گئی۔ تنظیم نے پہلا کام یہ شروع کیا۔ کہ اہم ترین سول آفیسروں کو بڑی سے بڑی رقم دے کر اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی جاتی اگر وہ آفیسر انکار کر دیتے تو جاسوس ایجنٹ اپنا ایجاد کردہ ڈیتھ سپاٹ کسی طرح مطلوبہ آفیسر کو پہنچا دیتے۔ اور پھر کنٹرولر میشن کے ذریعے اُسے ہلاک کر دیا جاتا۔

دوسری طرف مرکزی اسلحے خانے کو تباہ کر دینے کی کوشش کی گئی۔ لیکن مجرم گرفتار کر لیے گئے۔ جاسوس ایجنٹوں کا اصل مقصد یہی تھا۔

کہ پاکیشیا کے اہم ترین فوجی آفیسروں کو ہلاک کر کے فوج میں بدنظمی پیدا کر دی جاتی ۔ اسلحہ خانہ تباہ کر کے اسلحے کی قلت پیدا کی جاتی ۔ یعنی کسی بھی طرح پاکیشیا کو فوجی لحاظ سے کمزور کرنا جاسوسی ایجنٹوں کا مقصد تھا ۔ اگر ان کا مشن کامیاب ہو جاتا ۔ تو پاکیشیا فوجی کمزوری دور کرنے کیلئے اس بڑی طاقت سے رجوع کرنے پر مجبور ہو جاتا ۔ کیونکہ اس وقت پاکیشیا کا کوئی حلیف ملک اس پوزیشن میں نہیں ہے ۔ کہ پاکیشیا کی مطلوبہ فوجی امداد کر سکے ۔ چنانچہ مجبوراً پاکیشیا کو اس بڑی طاقت کے سامنے دست سوال دراز کرنا پڑتا ۔ یوں بڑی طاقت اس شرط پر پاکیشیا کی امداد کرتی ۔ کہ اسے فوجی اڈے قائم کرنیکی اجازت دیدی جائے ۔ پاکیشیا کو مجبوراً شرط ماننا پڑتی ، بڑی طاقت کی اجارہ داری قائم ہو جاتی ۔ اور طاقت کا توازن متاثر ہو جاتا ۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے ۔ کہ جاسوس ایجنٹ کیفر کردار کو پہنچے ۔

عمران چیف ہیڈ کوارٹر میں ڈیرل کا میک اپ اختیار کر کے آیا ، اور یوں مجرم جو اصل میں سالاری تھا ۔ گرفتار کر لیا گیا ۔ آخر میں ۔ آپ سب کو مشن کی جڑیں کاٹنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔

" او کے ، خدا حافظ "

ایکسٹو طویل تقریر کے بعد چپ ہو گیا ۔ جولیا نے اٹھ کر بٹن آف کر دیا ۔

" مجرموں کا مشن واقعی بیحد خطرناک تھا ۔ کیپٹن شکیل بولا ۔ لیکن عمران صاحب کے تنکے سے زیادہ نہیں "۔ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا ۔

" دیارو ! کیوں میرے تنکے کا مذاق اڑاتے ہو "۔ یہ کہتے ہوئے عمران نے تنکا جولیا کے کان میں گھسیڑ دیا اور خود پرے جا بیٹھا ۔

" کمینے ، ذلیل ، تمہاری یہ جرأت "۔ جولیا نے شدید غصے کے عالم میں کہا ۔ اور پھر تیزی سے جوتا اٹھا کر عمران کے پیچھے لپکی ۔

عمران " ارے باپ رے " کہتا ہوا بھاگا ۔ اب حال یہ تھا کہ عمران اسکے آگے آگے کمرے میں چکر لگا رہا تھا ، اور پیچھے جولیا جوتا تانے دوڑ رہی تھی ۔ ممبران کے قہقہے بند ہونے کا نام نہیں لے رہے تھے ۔
